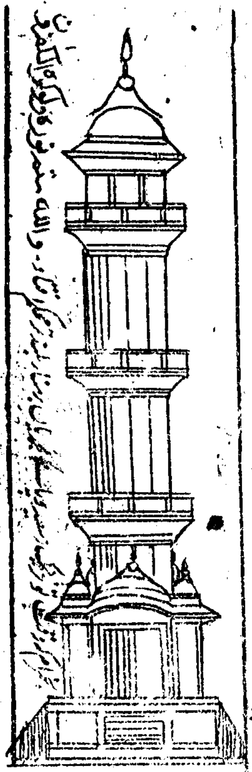
رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

إن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم

الحکم

پیشگی سالانہ
(۱) عوام سے ۔۔ صہ ر
(۲) خواص و معاونین سے
عنے
ہندوستان سے باہر
کے لیے
صاحب والوں سے
باعث کے ۱۲ ر
مسیح دس روپیہ



نمبر ۱۲ | قادیان دارالامان ۔۔ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے اہل بیت اور خدام اور بزرگان ملت کی صحت کی خبر قوم کے لیے مسرت بخش اور ... حضرت حجۃ اللہ حقیقۃ الوحی کو ختم کر رہے ہیں اس مہینے میں اس کتاب کی اشاعت کی بفضلہ تعالیٰ توقع ہے یہ کتاب عجیب و غریب دلایل اور خدا تعالیٰ کے ... روشن نشانوں کا پر شوکت مجموعہ ہے گویا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ایک قسم کا ... ہے جس میں ہر قسم کے دلایل نصوص قرآنیہ حدیثیہ کے سوا عقلی شواہد اور پھر اعجازی نشانات اور تائیدی نصرتوں کے نمونے درج کئے گئے ہیں۔

۲۔ موسم میں تغیر شروع ہو گیا ہے طاعون خدا تعالیٰ کے منشا کے ماتحت اپنا کام کر رہی ہے اور لولا الاکرام لھلک المقام کی پیشگوئی کو روز روشن کی طرح ثابت کر رہی ہے۔

۳۔ جن احباب کے بچے مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھتے ہیں انہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک اپنے بچوں کی خیریت کی خبر شکر الٰہی کا باعث ہوگی۔

۴۔ قادیاں کے نوٹیفائیڈ ایریا قرار دیئے جانے کے متعلق کارروائی ہر رنگ ہو رہی ہے۔ قادیاں کا نقشہ اور ممبروں کی متعلق تجویز تحصیلدار صاحب کے پاس ... ہے

الوحی

۲۹ مارچ ۱۹۰۸ء ۱۔ اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا

۲۔ احق الله امری ولا تنفصما من هذه المرحلة

(ترجمہ) خدا نے میری بات کو سچا کر دیا۔ اور تم دونو اس مرحلہ سے نہیں چھوٹو گے۔

۳۔ دولت اعلام بذریعہ الہام بہشتی مقبرہ میں نزول ہوگا

۴۔ هل جزاء الاحسان الا الاحسان

(ترجمہ) نہیں دیکھا تم احسان کی جزا بجز احسان کے۔

یکم اپریل ۱۹۰۸ء۔ لولا الاکرام لهلك المقام۔

اسمیں ابتدائی حروف کچھ اور تھے جو یاد نہیں رہے۔ مگر مفہوم یہی تھا —

۵ اپریل ۱۹۰۸ء۔ تمت ایها الخوان تمت كلمة الله۔

مرجا ای خیانت کرنیوالے اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔

۷ اپریل ۱۹۰۸ء ۱۔ ایک اور قیامت برپا ہوگی ۲۔ والله انی غالب و سیظهر سرّی وکل هالك الا من قعد فی سفینتی۔

(ترجمہ) بخدا میں غالب ہوں اور عنقریب میری شوکت ظاہر ہو جائیگی اور ہر ایک مر جائیگا سوائے اُس کے جو میری کشتی میں بیٹھ گیا۔

اعزاز۔ الہام کے الفاظ یاد نہیں رہے معنے یہ ہیں۔ فلاں کو پکڑ لو۔ فلاں کو چھوڑ دو۔۔۔

۴ر اپریل ۱۹۰۷ء۔ ۱۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم واعطیک ما یدوم

(ترجمہ) میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور جو اسے ملامت کرتا ہے اسے ملامت کروں گا اور تجھے وہ چیز دوں گا جو ہمیشہ رہے۔

(یہ ترتیب حضور کو عطا ہوئی)

۴ر اپریل ۱۹۰۷ء۔ ۱۔ لائف آف پین (تلخ زندگی)

۲۔ یا اللہ رحم کر۔

۳۔ انی مع اللہ فی کل حال

(ترجمہ) میں ہر حال میں اللہ کے ساتھ ہوں۔

۴۔ اخترطنا سیفہ

(ترجمہ) ہم نے اسکی تلوار کو کند کر دیا ہے۔

۵۔ خدا کے سات نیکو کار بندے ہر جگہ پر بیٹھے ہیں۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء (۱) حٰم۔ تلک ایات الکتٰب المبین

۲۔ در ا ئ کہل گیا

(تفہیم) وہ جو حٰم ہے اس میں خدا کے نوشتہ کے نشان ہیں جو ظاہر ہو نیوالے ہیں حٰم مقطعات میں کسی کا نام ہے یہی تفہیم ہے۔

۳۔ الذین اعتدوا منکم فی السبت

(وہ لوگ جنہوں نے سبت کے معاملہ میں زیادتی کی)

یہ قوم مخالف کی طرف اشارہ ہے۔ ساتھ کا فقرہ بھول گیا واللہ اعلم۔

۵ر اپریل ۱۹۰۷ء (۱) مت ایھا الخوان۔

(مر جا اے بڑے خیانت کرنیوالے)

۲۔ تمت کلمۃ اللہ

۳۔ ان اللہ مع الذین اتقوا

(اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں)

۴۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا

(وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے)

۵۔ رحم اللہ۔

(اللہ نے رحم کیا)

۶۔ فضلتک علی ما سواک

(تیرے سوا جتنے ہیں سب پر ہم نے تجھے بزرگی دی ہے)

۹ر اپریل ۱۹۰۷ء (۱) بلائے دمشق

۲۔ سرک سری

(تیرا بھید میرا بھید ہے)

۳۔ ایک اور بلا برپا ہوئی۔

منکرین سلسلہ عالیہ احمدیہ

ہماری مخالف کئی قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جنہیں قرآن حدیث تفسیر وغیرہ علوم دینیہ تو ایک طرف رہے معمولی و عام مسائل و معتقدات اور اصول و احکام اسلام سے بھی نہ تو علمی رنگ میں کچھ مس ہے نہ عملی طور پر چنداں سروکار۔ ان کا دین بالعموم یہ کچھ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے ساتھ راہ و رسم معاشرت رکھتے ہیں مذہب آبائی کی کچھ سنی سنائی سطحی معلومات پر قانع و مُصر ہیں اور بس۔ دوسرے وہ جو علوم و اعمال دینی اور اصول و معتقدات مذہبی سے بالکل نابلد اور بے بہرہ تو نہیں مگر پھر بھی صدیوں تقلید و تعصبات کے جکڑ بند میں وہ ایسے پھنسے ہیں کہ اگر ان کے خلاف یا علاوہ کوئی روشن سے روشن صداقتیں اور شہادتیں بھی انپر پیش کیجائیں تو انکی طبایع اور ان کے دماغ کبھی ماننا کیا معنے سننا بھی ضروری نہیں سمجھتے تیسرے وہ حضرات ہیں جنکو علماء وقت کہا جاتا ہے اور جنکی تعریف و توصیف میں دفتر کے دفتر بھی سیاہ کر ڈالے جائیں تو شاید ناکافی ثابت ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اس طبقۂ امت میں فی زماننا کچھ عجیب گوناگونی اور حیرت انگیز و معنی خیز خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں جن کے کما حقہ بیان کرنیسے زبان و قلم دونو قاصر ہیں اسی طرح ملت خیر الانام میں اسوقت اور بھی کئی قسم کے افراد و فرقے موجود ہیں جنکی تفصیل کا نہ یہ موقعہ ہے نہ ضرورت۔

مجھے ان مختصر نوٹوں میں دکھانا صرف یہ ہے کہ مختلف طبقات اہل اسلام کو حضرت مسیح موعود کو قبول کرنے میں عام طور پر کیوں اور کیا کیا الجھن پیش آ رہی ہیں اور آیا انکی رفعداد کی ذاتی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ہاں میں جو کچھ ان سطور میں عرض کرونگا ظاہر ہے کہ وہ ذاتی معلومات تجربات اور خیالات کی بنا پر ہوگا لہذا ممکن ہے کہ دیگر احباب بھی انہی شرائط کے ماتحت اس سے بھی بڑھکر مفید و موثر اور قابل پذیرائی اظہار رائے فرماسکیں بنظر سہولت و اختصار میں اس عرض مدعا میں کسی ترتیب خاص کا پابند ہونا نہیں چاہتا۔ اور چونکہ میں علوم متعلق بمناظرہ۔ تفسیر۔ حدیث وغیرہ کا فاضل کیا عالم بھی نہیں اسواسطے ضرور ہے کہ میری یہ تحریر علم کلام یا مناظرہ کا کوئی یا قاعدہ نمونہ نہ ہو۔

حال ہی میں مجھے تین چار گھنٹے تک دہلی کے ایک بڑے فاضل مولوی صاحب سے جو کلام ربانی کے مفسر بھی ہیں سلسلہ احمدیہ ہی متعلق گفتگو کرنیکا موقعہ ملا جس کا کوئی طمانیت بخش اور معتد بہ نتیجہ تو کیا نکل سکتا تھا نہ شروع ہی سے اسکی کوئی توقع ہی تھی لیکن چونکہ تبلیغ ضروری امر تھا خاصکر جبکہ وحی والہام۔ پیشگوئی۔ اور نبوت و رسالت کے بارہ میں چھیڑ چھاڑ انہی کیطرف سے ہوئی۔ اس موقعہ پر سکوت کو نامناسب سمجھکر تبادلہ خیالات کچھ ضروری ہی معلوم ہوا۔ اس تمام بحث اور دق دق کا دہرانا تو ضروری نہ ہوگا لیکن اور مختلف موقعوں کی مذہبی قیل و قال سے جسکا مجھے کسی نہ کسی کے ساتھ اکثر اتفاق پڑتا ہی رہتا ہے اور خاصکر گفتگوئے مذکورہ سے میں جن اہم نتائج پر پہنچا ہوں وہ ایسے ہیں کہ نہ صرف محولہ بالا تینوں قسم کے مخالفین سلسلہ پر بلکہ قریب قریب ہر ایک گروہ منکرین پر صادق آسکتے اور ان سبکیلئے قابل غور و لایق توجہ ہو سکتے ہیں۔ یہ نتائج تعداد اور شوکت لفظی کے لحاظ سے تو شاید بے حقیقت سی متصور ہوں لیکن انکی اہمیت مجھے یہ باور کراتی ہے کہ سلیم الفطرت اور غور کن طبائع بشرط توجہ و توفیق الہی ضرور انسے بڑا معقول سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور بہت سی سعید روحیں بطفیل روح القدس اسلام کی حقیقی نور کیطرف کھنچ آئیں۔ آمین۔

۱۔ دین اسلام صرف عالموں فاضلوں منطقیوں اور فلاسفروں کے لئے نہیں ہے۔ پس اسکے اصول و احکام اور معتقدات و مسلمات ایسے ہو چاہئیں چنانچہ ہیں۔ کہ عالمانہ طرز بیان۔ اور منطقی چیتان و چنین کے بغیر بھی بالکل سادہ الفاظ و عبارت میں

ہر عامی و امی تک انہیں سمجھ سکے اور جس صورت میں فریقین مکالمہ سے ایک فریق کی نسبت دوسرے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے جملہ علوم متعلقہ ضروریہ کی باقاعدہ تحصیل نہیں کی ہے نہ انہیں درک کہنے کا انہیں دعویٰ ہے تب تو فریق مقابل پر اخلاقاً اور بھی زیادہ لازم ہے کہ نری شوخیت لفظی اور مصطلحات علمی کی بھرمار سے منطق بگھار کر اصل نفس مضمون کو تاریکی اور جھمیلے میں نہ ڈالے اسطرح احقاق حق نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے مگر افسوس کہ آجکل ہمارے اکثر مولویوں کی یہی حالت ہے پھر تحریر یا تقریر میں انکا ہمارا فیصلہ بسہولت کیونکر ممکن ہے؟!

۱۱ کسی نئے مامور یا مدعی نبوت وغیرہ کو ماننے کی بظاہر دو ہی طریق ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ خداوند کریم اپنے فضل خاص سے کسیکو حضرت صدیق اکبرؓ کی مانند فی الفور بلا حیل و حجت ایمان لانے کی توفیق بخشے سو یہ اعلےٰ اور قابل رشک صفائی قلب تو ہماری منکر علماء و عوام دونوں میں الشاذ کالمعدوم ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یعنی اسطرح ایمان بالغیب کی سی فضیلت اور شرف تو انہی قلیل التعداد غریب الطبع مسکین مزاج اور خدا ترس لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنکی نسبت رسول خدا (صلعم) پہلے ہی ارشاد فرما گئے ہیں۔

کہ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور غریبوں ہی کیطرف عود کریگا۔

یا دوسرے یوں ممکن ہے کہ اس مامور و مدعی کے دعاوی کی آواز کان میں پہنچ چکنے پر یہ نہیں کہ پہلے ہی ہٹ دھرمی اور بدظنی اختیار کر کے اسکی تردید پر کمر باندھ لیجائے۔ اور بدنصیبی سے یہ عیب آجکل کے مسلمانوں میں ایسا ہماری پڑا ہوا ہے کہ ۹۹ فیصدی صورتوں میں انکو ضرور طلب حق سے محروم و نفور ہی رکھتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو اتفاقیہ یا قصداً ازراہ تحقیق حق کی توفیق ہوئی بھی تو وہ صرف مار دھاڑ سے کبھی کبھی تھوڑی تھوڑی دیر تک سرگرم تکلم ہو جانے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر احمدی متنفس علوم عقلیہ و نقلیہ کا فاضل اور تمام ضروری معلومات دینیہ (احمدیہ) کا متبحر کامل نہیں ہوتا۔ پس اگر کسی احمدی کی تقریر سے حضرات مولویصاحبان کی تسلی نہ ہو تو پھر وہ اسکی بالکل ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایسے عظیم القدر اور مہتم بالشان مسئلہ وقت کی بجائے خود چھان بین اور جستجو کریں۔ وہاں تو مدعا صرف یہ ہوتا ہے کہ جسطرح ہی ممکن ہو اپنے مسلمات کی تائید و سخن پروری کیجائے اور مد مقابل کی بہر نہج تردید و تکذیب۔ پھر حق کو پا کیونکر سکتے ہیں؟!

۱۳ ہمارے منکرین میں ایک گروہ (نوتعلیم یافتہ حضرات کا) ایسا ہے کہ وہ کسی مامور موعود کا منتظر اور قایل ہی نہیں تو انکی نسبت ہم بجز اسکے کیا کہ سکتے ہیں کہ جب قرآن کریم اور حدیث شریف کی صاف و صریح ارشادات سے ہی انکار ہے تو تم ہمارے مخاطب نہیں اور نہ ہم تمہاری تشفی کے ذمہ وار ہو سکتے ہیں اگر تمہیں ان ہر دو سے انکار نہیں ہے تو پھر صبر و تحمل اور خدا ترسی کے ساتھ پہلے ہماری سُن، تو لو تب ہی تکذیب و تردید پر زور طبع صرف کرنا۔

۱۴ ایک حضرات ایسے ہیں جنکے نزدیک مامور موعود کا آنا تو برحق ہے مگر ابھی اسکی ضرورت پیدا نہیں ہوئی لیکن افسوس کہ انہی کے اکابر اپنی اپنی جگہ پر یہ تسلیم کرتی ہوئی ہی سرگرم واویلا ہیں کہ دنیا اور خاصکر مسلمانوں کی دینی و اخلاقی حالت عملی طور پر اسوقت بدرجہ غایت عبرتناک ہو گئی ہے۔ تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آخر پھر کب وہ وعدہ خدا اور رسول کا پورا ہوگا؟

۱۵ ہمارے بہت سے مخالفین اسبات کو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے مرید دیندار نیک چلن پابند صوم و صلوٰۃ۔ سلیم الفہم اور حلیم المزاج تو ہو جاتی ہیں لیکن ہماری اس سوال کا ان سے کچھ جواب نہیں بن پڑتا کہ آیا کسی مفتری۔ دشمن اسلام اور دھوکہ باز دوکاندار کی تعلیم و صحبت کا ایسا نیک اور پایدار اثر ہو سکتا ہے؟

۱۶ جن مولویصاحب سے میری آجکل میں گفتگو ہوئی انہوں نے ایک عجیب بات وفات مسیحؑ سے متعلق یہ فرمائی کہ سنت اللہ یا عادت اللہ کوئی چیز نہیں۔ خدا کا ہر فعل سنت اللہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ خواہ ازل سے ابد تک اسکی اور کوئی نظیر ثابت نہو۔ فرمایا ہاں۔ انکا منشا یہ تھا کہ مسیحؑ کو دو ہزار سال تک آسمان پر بیکار بٹھائے رکھنا اور انکو یہود کی ہاتھ سے بطریقہ مشہور عوام بچا نا بھی سنت اللہ کے خلاف نہیں ہرچند کہ توفی اور اس کے مشتقات کا اور بیسیوں جگہ بمعنے موت مستعمل ہونا ثابت ہے لیکن محض سخن پروری کے لئے اس ایک موقعہ کیواسطے اٹھانا یا پھر لینا ہی مراد لیا جاتا ہے ایسی ضد کا کیا ٹھکانا؟ حالانکہ سیاق و سباق سے یہ دونو معنے مقامات متنازعہ فیہ میں کسیطرح ٹھیک نہیں بیٹھتے۔

۷ مامورین اللہ کی مابہ الامتیاز کئی ایک دلیلیں ہو سکتی ہیں لیکن اگر پیشگوئیوں سچا نکلنے اور نشانوں کے ظہور کو ہی لیا جائے تو ایک مصیبت اور مشکل یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں اور نشانوں کی نسبت یہ لوگ تحقیق اور طلب حق کی ذرا پرواہ نہیں کرتے عوام کالانعام کی سُنی سنائی گپوں اور بدظنی آمیز روایات پر اکتفا کرتے ہیں یہ نہایت خطرناک اور متعصبانہ شیوہ ہے اور اگر اسمیں حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف و منکر حق بجانب ہیں تو پھر ہر ایک غیر مسلم اپنے آبائی مذہب کی حمایت میں سچا ہے جو اسلام جیسے نور ہی نور کا نام سنکر دور ہی سے بھاگتا اور اسکی عدیم النظیر خصوصیات بیعدیل محاسن اور بیشمار روشن معجزات کو منقولی ڈھکوسلے سمجھکر غور طلب یا قابل قبول جاننا تو درکنار لایق التفات بھی نہیں خیال کرتا۔

۸ طاعون وغیرہ مہلک اور مہیب وباؤں کی کثرت و شدت۔ زلازل کے بربادی بخش اور ہولناک پے در پے حملے۔ فصلوں کی حال بسال تباہی قحطوں کا مستقل تسلط طوفان ژالہ باریوں وغیرہ آفات ارضی و سماوی کو تمام دنیا بالاتفاق غضب الٰہی اور عذاب الٰہی مانتی ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں دیتا کہ آخر یہ ساری بلائیں ہیں کس لئے؟ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً" کا ارشاد خداوندی (نعوذ باللہ) انکی نظروں میں بالکل لغو و لایعنی ہے۔

۹ بفرض محال سلسلہ احمدیہ کا سارا تانا بانا ہی آگے چلکر یعنی جبکہ مسیح ناصری اور خونی مہدی توقع عوام کے مطابق نازل و مبعوث ہو جائیں گے غلط ثابت ہو جائے تو موجودہ مسیح و مہدی موعود کی جماعت کے لئے تو یہ موقع حاصل ہے کہ (نعوذ باللہ) اپنے غلط عقاید سابقہ سے ثابت ہو کر آیندہ مامور ذیکو بسہولت قبول کر لیں گے کیونکہ وہ روشن صداقتیں اور آسمانی نشانوں کے آگے سر تسلیم خم کرنیکے خوگر ہیں اور آبائی توہمات یا متعصبانہ معتقدات کو حق کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر موجودہ مدعی ہی اپنے دعاوی میں سچا نکلا۔ جو فی الواقع سچا ہے تو ان ہٹ دھرموں کا کیسا حسرت خیز و درد انگیز حشر ہوگا جو بد تعصب اور مغضوب قوم یہود کیطرح ایک نامعقول و بے معنی انتظار ہی میں آنکھیں پھاڑتے پھاڑتے بالآخر تمام اسطرف کی راہ لیں گی جہاں انکا ٹھکانا ہے۔ نہ حضرت الیاسؑ دوبارہ آئینگے نہ مسیح مبعوث ہونگے نہ وہ نبی (صلعم) تشریف لائیں گے نہ عیسےٰ بن مریم کا دنیا میں نزول ثانی ہوگا نہ ان سادہ لوح مگر ضدی مسلمانوں کی آنکھیں غلبہ اسلام کے دلفریب منظرہ سے شاد ہونگی۔ کاش کہ لوگ اس نہایت سیدھی سادی سہل اور سریع الفہم بات پر ہی ذرا غور کریں اور جان بوجھکر اپنے تئیں ہلاکت کی تاریک گڑھے میں نہ ڈالیں۔

۱۰ بہت سے معقول صورت۔ پڑھے لکھے۔ متانت پسند اور بظاہر انصاف شیوہ و صلح کل حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحبؑ کو ایک بزرگ۔ عالم۔ بڑا مخلص خادم اسلام اور نیک وغیرہ وغیرہ تو مانتے ہیں مگر ہمیں ان کا دعویٰ کھٹکتا ہے۔ لیکن نادان اتنا نہیں سوچتے کہ اگر ایک شخص بالیقین مفتری ہے یعنی کہ خدا تعالےٰ پر بہتان باندھتا اور اتنا بڑا دعوے بالکل جھوٹ کرتا ہے۔ تو وہ بزرگ یا نیک وغیرہ وغیرہ ہونا کیسا معمولی درجہ کا مسلمان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسکی کیا معنے کہ تاریکی و نور دونو چیزیں ایک جگہ ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں! جو متقی پرہیزگار اور دیندار ہے وہی مفتری کذاب اور دشمن دین بھی ہو یا جو شخص بیدین۔ خدا رسول کا دشمن۔ اسلام کو بدنام و تباہ کرنیوالا وغیرہ ہو وہ مومن متقی اور پرہیزگار بھی ہو العجب ثم العجب۔ افسوس کہ یہ لوگ اُن معیاروں کی ذرا پروا نہیں کرتے جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں جھوٹے سچے کی پرکھ کیواسطے بیان فرمائے گئے ہیں۔ کاش یہ لوگ اسی پر تدبر کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک مفتری سے زیادہ کوئی ظالم نہیں اور ظالم کو وہ کبھی فلاح نہیں دیتا۔ قرآن کریم میں جا بجا ان اصولوں پر زور دیا گیا ہے اگر کوئی آنکھیں کھولکر دیکھے۔

(باقی دارد)

خاکسار احمد حسین فرید آبادی۔ ہال بازار امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

ترقی ایمان و اعمال صالح

{یہ وہ مضمون ہے جو میرے محترم مخدوم میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے انجمن احمدیہ سیالکوٹ کے ایک جلسہ میں پڑھا۔} ایڈیٹر

دانشمند انسان وہ ہے کہ جو اس دنیا کے چندروزہ قیام میں اُس دائمی زندگی کی فکر کرے کہ جسکی خوشی اور راحت سچی اور حقیقی خوشی اور راحت ہے۔ ہر ایک انسان اس زندگی میں اپنے نفع اور فائدہ کے لئے جہاں تک اُسکی طاقت میں ہے کوشش کرتا ہے اور جہانتک اس کا بس چلے نقصان اور زیان کے موجبات سے بچنے کی تدبیریں کرتا ہے بڑی سی بڑی مہم کو رو براہ کرنے میں نفع اور نقصان کا لحاظ رکھکر کارروائی کرنیوالی قوت کام کرتی ہے اور کسی چھوٹے سے چھوٹے امر کے لئے بھی یہ طاقت عمل میں لائی جاتی ہے مگر پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ان غلطیوں کے سبب سے یہ نا اندیشیدہ مصیبتوں اور دکھوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لاعلمی اور جہالت یا سہو و نسیان کی تاریکی اس کے چراغ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور کسی وقت ایسا ہو جاتا ہے کہ سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتا اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور اس تاریکی کے سبب سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور اس امر کا اپنے آپ کو محتاج پاتا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی ہاتھ نکلے اور اسکی دستگیری کرے۔ اے بہت سوچنے والی اور دور اندیشی کرنیوالی عقل تیری روشنی پر کیونکر ایسی تاریکی غالب ہوئی اور کس نقص نے تیرے حواس کو معطل کر دیا کہ اب تجھے اپنی گھری پونجی پر بھی بھروسہ نہیں رہا اور تیری ساری طاقتیں بیکار ہو گئیں اور اندر ہی اندر تجھے ایسی درماندگی اور بے بسی نے آدبایا کہ اب تو اپنے سے کسی بالاتر طاقت کا اپنے آپ کو محتاج پاتی ہے۔ انسان کی یہ حالت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ اس کو غلطیوں سے بچانے اور آئے دن کی ٹھوکروں سے اسکی حفاظت کرنے کے لئے کسی ایسے قانون کی ضرورت ہے کہ اس سے بالاتر اور کامل القدرت ہستی کیطرف سے ہو کہ جس کا علم و قدرت خود انسان اور اس کے جمیع تعلقات اور پھر کائنات کے جملہ ساز و سامان پر کہ جس کے ذریعہ سے اسکی زندگی کی کل چل رہی ہے محیط ہو تاکہ وہ اپنے کامل علم اور کامل قدرت سے انسان کی زندگی کے سارے کارخانہ کی نگرانی کرے اور اس کو اندرونی بیرونی غلط کاریوں کے موجبات سے آگاہ کرے اور دائمی سلامتی اور حقیقی خوشی اور راحت تک اس کو پہنچا دے انسان کی غلط کاریوں اور ناعاقبت اندیشیوں کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے ایک کامل نور کی ضرورت ہے جس نور کو اسکی غلط کار اور سہو و نسیان کے گرداب میں چکر کھانیوالی عقل پیدا نہیں کر سکتی بلکہ اس تاریکی میں عقل کی آنکھ خود محتاج ہوتی ہے کہ کوئی آسمانی آفتاب طلوع ہو اور وہ اپنی روشنی افق مشرق سے پھیلاوے تاکہ اس روشنی میں عقل کی تاریکی دور ہو اور وہ اس قابل ہو کہ سلامتی کی راہ کو دیکھکر آگے چل سکے سو یہ کامل روشنی اور یہ کامل نور جس سے ساری کائنات روشن ہو رہی ہے وہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے۔ اور وہ روشنی جو اس کامل چشمہ نور سے انسان کو ملتی ہے وہ روشنی ہے جسکا نام ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایمان جب کامل یقین اور سچی بصیرت سے پیدا ہو جاتا ہے تو اندرونی ظلمتوں کو وہ اسطرح دور کر دیتا ہے جیسا کہ ظلمانی رات کی تاریکی مشرق سے آفتاب عالمتاب کے نمودار ہونے پر دفعتہً دور ہو جاتی ہے۔ یہی روشنی انسانی غلط کاریوں کا صحیح علاج ہے خدا اس غیب الغیب ہستی کے ساتھ ایمان ہی وہ روشنی ہے جس سے انسان کا تاریک دل نور حاصل کرتا ہے۔ اس نور ایمان کے دل میں داخل ہوتے ہی انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو پر روشنی پڑ جاتی ہے اور انسان کے سامنے ہر ایک چیز اپنی خلقت کی صحیح تقدیر کو نمودار کر دیتی ہے۔

اس روشنی کے ذریعہ سے انسان اللہ تعالےٰ کی پاک ہدایت اور منشاء پر چلنے کی توفیق پاتا ہے جسکا نام خدا کی کتاب ہے اور جسمیں انسان کی سلامتی کی پوری اور مستقل راہیں بیان کیگئی ہیں جن پر انسان چلکر اس دنیا کے چندروزہ قیام میں دائمی زندگی کی سچی خوشی اور حقیقی راحت کو پا لیتا ہے اور اللہ جل شانہ کے ساتھ اس کے فضل و رحم کے ان ذرائع اور وسائط پر اسے اطلاع ملتی ہے جسکا نام ملائکہ ہے یہ ملکوتی قوتیں اس کامل تعلق کے بعد اسکی یار و مددگار ہو جاتی ہیں اور وہ بدیہی طور پر اسکی ایمانی روشنی کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اس عالم میں انسان جملہ خطرات سے اپنے آپ کو امن میں پاتا ہے اور کوئی مشکل اسے اُسکو کبھی کامیابی سے ناامید نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت اور بنی نوع انسان کے ساتھ ان کے حقوق واجب کے ادا کرنے کی اسے اٹکل آجاتی ہے۔ اور اپنے ایمان کی ترقی کے لئے اس کو صحیح کارروائیاں کرنیکا طبعی میلان ہوتا ہے۔ اور اسکی ایمانی روشنی یہاں تک ترقی کرتی ہے کہ پہلے برگزیدہ اور پاک لوگوں کے طریق اسے دکھلائی دیتے ہیں اور انہی قوت ایمانی کے ذریعہ وہ خدا کے پاک نبیوں اور کامل ہادیوں کے طریق پر استقامت سے قدم مارتا ہے اور اپنے انجام کی اس آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ جس کے ساتھ اس دنیا اور اس کے تمام مکروہات سے اس کو نجات ملجاتی ہے اور ہر مشکل اس کو آسان ہو جاتی ہے اس منزل پر پہونچ جانیکا یقین اس کو بہ بداہت کے رنگ میں نظر آتا ہے خدا کی پاک جماعتوں کے ساتھ اسکی دائمی رضامندی کے بہشتوں کا اسے وارث بنا دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اسکو اسی ایمان بالغیب کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ایسی ترقی ایمان اور ایسے کامل یقین کے پیدا ہونیکا ایک قانون مقرر کیا ہے اور اس قانون پر چلنے سے انسان واقعی ایسے ایمان اور اس کے ثمرات کو پا لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر ایک مخلوق کی نسبت ایک قانون بیان فرمایا ہے جس قانون کی پابندی سے اسکی ہر ایک چیز اپنی خلقت یا پیدائش کے صحیح اندازہ کو ظاہر کر رہی ہے اور اس اندازہ اور تقدیر کے موافق ہی اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی راہبری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ قانون یوں بیان فرماتا ہے۔ سبح اسم ربک الاعلےٰ ۝ الذی خلق فسوّٰی ۝ والذی قدّر فھدیٰ ۝ بالاتر ذات کی ربوبیت کائنات میں یہ قانون دکھلاتی ہے کہ ہر ایک چیز کو اس نے خود بنایا پھر اسکی خلقت یا پیدائش میں اس کے موافق حال پہلوؤں سے ہر ایک حصہ میں کامل مساوات رکھی یعنی جس چیز کو جسحالت پیدائش میں رکھا تو اس کو پورے طور پر رکھا کوئی کمی بیشی اسمیں ایسی نہیں رکھی کہ جو اسکی خلقت موجودہ کے لازم تھی اور اسمیں نہیں ہے پھر اس چیز میں اس کا اندازہ قائم کیا یعنے اس غرض اور منشاء کو جو اس چیز سے مطلوب ہے پورا کرنے کے لئے اسکی تقدیر یا اندازہ اس کے اندر قائم کر دیا۔ پھر اس اندازہ اور طریق مقدرہ پر اس کو چلا دیا۔ یہ وہ قانون الٰہی ہے کہ جس کے مطابق ہر ایک چیز کائنات میں اپنی خلقت اور تقدیر کے ساتھ چل رہی ہے۔ اس مضمون میں یہ مقصود نہیں

(باقی)

کہ ہر ایک خلقت کی اس تقدیر اور کارروائی کو ظاہر کر کے ثابت کیا جائے کہ یہ قانون الٰہی واقعی اسیطرح ہے جسطرح اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے مگر عام نظر اور سرسری نگاہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ کائنات کی ہر ایک چیز اپنی تقدیر خلقت کے لحاظ سے کام کر رہی ہے اگر کوئی اسکی تقدیر کے خلاف اس سے کوئی کام لینا چاہے تو وہ چیز ہرگز کام نہیں دیسکے گی۔ آگ اپنے وقت پر اپنی تقدیر کے ساتھ کام کرنیکو طیار ہے۔ ہوا اپنی ضرورت کے تقاضا کو پوری کرتی ہے۔ پانی اپنے محل پر اپنی خلقت کی روانی سے اپنے اندازہ کو دکھلا رہا ہے۔ زمین اپنے مقام پر اپنی قدرتی نباتیتوں کے اظہار کے لئے دامن پھیلائے ہی یہ قانون ایسا عام ہے کہ اوسکی صحیح پابندی آجتک ان ساری چیزوں کو اپنے اپنے مقام اور محل پر اپنی تقدیرو یا پیدایشی اندازوں سے خدائی منشاء کے موافق چلا رہی ہے اور جملہ علوم جنپر انسان کی زندگی کا مدار ہے اسی تقدیر یا اندازہ کی ترتیب پر غور کرنے اور اسکی پیروی کرنیسے پیدا ہوئے ہیں۔ نباتات یعنے زمین میں سے اُگنے والی چیزوں کے جملہ اقسام اور انواع پر نظر ڈالو تو ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع میں یہ تقدیر یا اندازہ ملاحظہ ہوگا گندم یعنے گیہوں کے دانہ کے زمین میں ڈالنے اور اس کے نشو و نما پانیکی الگ تقدیر ہے جو اسکے وقت اور اسکی تقدیر کے موافق کارروائی کرنیسے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے اجناس بھی اپنے اپنے وقت اور تقدیروں کے موافق انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے اپنی پیداوار کے ذخیرے لگا رہے ہیں۔ ہر ایک پھل پھول اپنے طبعی اندازوں کے نیچے چل رہا ہے اور انسان کی لذتوں اور زینتوں کو دوبالا کر رہا ہے۔ یہی قانون عالم جمادات اور زمین کے اندرونی خزانوں کو زمین کے پیٹ کے اندر پردہ غیب میں جمع کر رہا ہے اور انسانی نسلیں اس ترتیب طبعی اور باندھے ہوئے اندازہ کی رعایت سے ہر ایک چیز کو اپنی عملی طاقتوں سے کام میں لا رہے ہیں۔ یوں تو ساری کائنات کی ساری مخلوقات اپنے اپنے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے ظاہر ہونے پر نشان ہے۔ مگر اسوقت نفس مضمون کا تعلق صرف انسانی مخلوق اور اسکی تقدیر یا اندازہ کے ساتھ ہے کہ انسان کس تقدیر پر بنایا گیا ہے اور اس کے خلق کرنے یا پیدا کرنیسے کیا غرض اور مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کہ ہمنے جن و انسان کو نہیں بنایا مگر صرف اسی غرض کے لئے کہ وہ جملہ نشانات عبودیت اور خادمانہ رنگوں کو ظاہر کرے۔ گویا انکی تقدیر یا انکی خلقت کا اندازہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو جو بلحاظ اس کے آقا اور مالک ہونے کے مختلف رنگوں میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں ایسی خادمانہ حالتوں کے آئینہ میں دکھلاویں کہ واقعی ایک آقا اور ایک مولا اور ایک مالک ایسا ہے کہ جسکی ذات اپنے فیوض اور برکتوں کو بلحاظ اپنے مالک ہونیکے عطا کر رہی ہے اور یہ ایک عبودیت نشان خادم ایسا ہے جو کامل طور پر ان فیوض اور برکتوں کے ظاہر کرنیکا کامل مظہر ہو سکتا ہے یعنی اسکی خادمانہ تعلقات سے اس مالک کے فیضوں اور برکتوں کے نشان ظاہر ہو سکتے ہیں اور یہی اسکی خلقت کا اصلی منشاء اور غایت ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوقات میں سے انسان کو ہی ایسا معظم و مکرم و ممتاز پیدا کیا ہے کہ جس سے پورے طور پر اسکی قدرتوں کے رنگ اس عالم میں نمودار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس کلام کی تصدیق انسان کی ان کارروائیوں سے ہوتی ہے جو اس کائنات میں اپنے تصرفات سے ہر نوع کے متعلق یہ کر رہا ہے۔ اس سے بالفعل صرف اتنا دکھا دینا منظور ہے کہ انسانی مخلوق خدائی قدرتوں کے ظہور کے لئے ساری مخلوقات سے ممتازانہ طور پر میدان میں نکلی ہوئی ہے۔ اب اس ممتاز اور مکرم وجود پر خود اللہ تعالیٰ کے کامل تصرف اور قدرت کو اگر غور کیا جائے تو اصل حقیقت کھل جاتی ہے۔ یہ انسان اپنی کارروائی کی دور میں کبھی بھی بس کرنا نہیں چاہتا اور اپنے ترقی کے دامن کو بہت ہی پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ مگر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اسکی قوتیں اسکو جواب دیتی ہیں اور اسکی ساری امنگیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور اس کے سارے کارخانہ پر ایسی فنا کی ہوا چلتی ہے کہ پھر اس کبھی نہ تھکنے والی ہستی میں ذرا بھی سکت نہیں رہتی اور سب طرف سے اپنے تعلقات کو توڑ کر بے بس اور بے حرکت جسم ایک لاش کی صورت میں بے جان پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ تو اس وقت ایک مالک اور ایک آقا اور ایک کامل القدرت حکمران ہستی کی تحت حکومت ہونیکا نظارہ بندھتا ہے جس سے اس بے بضاعت کم مایہ بے بس اور محتاج فانی وجود کی عبودیت اور خادمیت کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ حالت تو ایک عظیم الشان آخری تبدیلی کی حالت ہے جسکو موت کہتے ہیں مگر انسان کو اس آخری فنا یعنے موت کے گڑھے میں گرنیسے پیشتر ہی بہت تبدیلیاں ناگزیر ناخواستہ خلاف مرضی پیش آتی رہتی ہیں جن سے علے وجہ البصیرت ظاہر ہوتا رہتا ہے کہ یہ ہستی کسی با اقتدار اور کامل ہستی کے قبضہ میں ہے اور اسکی قدرت اپنی قدرت نہیں اور اسکی طاقت اپنی طاقت نہیں جو کچھ اسکو دیا گیا ہے یہ اس کا اپنا نہیں بے شک یہ کسی ایسی ہستی کے نشان قائم کرنے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے جس ہستی کا منشاء اپنی کامل قدرتوں اور صفات کے رنگوں کا صفحہ کائنات پر ظاہر کرنا ہے اور یہ وجود یعنے انسان ایک خادمانہ حالت کے ساتھ اس مالک کی سچی اطاعت اور عبودیت کو ظاہر کرنے کے واسطے یہاں چند روز آیا ہے اس علم کے بخشنے اور انسان کو اسکی پیدایش کی علت غائی پر پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو انتظام کیا ہے اور جب سے نسل انسانی اس مقام دنیا میں آباد ہوئی ہے جو انتظام جاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے پاک مرسلوں اور مقدس نبیوں کے ذریعہ سے اسنے اپنی اس مرضی کو ظاہر کیا ہے۔ یہ آواز دنیا کے ہر ایک کونے سے اٹھی ہے ہر ملک کے اندر یہ ندا دی گئی ہے ہر ایک زبان میں اس منشاء کی منادی کیگئی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تم اس کے عاجز اور بے بس بندے ہو تم اپنے خدا۔ اپنے مالک اپنے آقا کی رضامندی کی راہوں پر چلو۔ اسکی اطاعت اور فرمانبرداری ہر ایک رنگ میں دکھلاؤ۔ اور صرف اسی پر اپنے ایمان کو قائم کرو اور اس روشنی کو اپنے ہاتھ میں لیکر ظلمت کی راہوں سے بچنے کی کوشش کرو تاکہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے اور آخر کار جب اس کے حضور میں حاضر ہونیکا وقت آ جائے تو تم اپنے مالک کے سامنے اپنی خادمانہ صورت میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور تمہاری نسبت یہ فتویٰ دیا جائے کہ تم اپنے مالک کے وفادار بندے ہو اور تم نے اپنے بندہ یعنے اور خادم ہونیکے حق کو پورے طور پر ادا کر دیا ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی اس تعلیم کے نیچے آتا ہے جو انبیاء کے ذریعہ اس تک پہنچائی گئی ہے تو وہ وقت ہوتا ہے کہ جب اسکی نسبت ایمان اور مومن کے لفظ بولے جاتے ہیں۔ اب اس تعلیم سے فائدہ اٹھانیکا بھی ایک قانون بیان کیا گیا ہے اور یہ قانون بھی انسان کی نسبت اسی اندازہ اور تقدیر کو ظاہر کرتا ہے جو ہر ایک چیز کی پیدایش میں خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔ یا در کھنا چاہیئے کہ کوئی ترقی بغیر تزویج یعنے جوڑ کھانے کے نہیں ہو سکتی۔ اس قانون کیطرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ یعنے ہر ایک چیز کو ہم نے جوڑہ پیدا کیا ہے تاکہ تم سمجھ پیدا کرو یعنے ہر ایک چیز تب ہی ترقی پاتی ہے کہ جب وہ

کسی دوسری چیز سے جو اس کا جوڑہ پیدا کیگئی ہے تعلق پاوے۔ یہی ترقی کا اصول ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اسوقت یہ ضرورت نہیں کہ علمی مثالوں سے اس کو ثابت کرنیکی کوشش کیجائے۔ عام نظارہ اور تجربہ اور مشاہدہ ہی بجائے خود ایک دلیل ہوتا ہے اور اس سے بڑھکر کوئی اور پختہ دلیل نہیں ہوتی۔ جوڑ کے بغیر ترقی کسی چیز نے پائی ہو یہ مشاہدہ نہیں ہے اور نہ تجربہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ایمان کی جنس کیا ہے یا ایمان کے تخم یا دانہ کی جو قلب کی زمین میں لگایا گیا ہے اسکی ترقی اور نشو نما یا بڑہنے اور پہولنے اور پہل لانے کے لئے کونسا زوج مقرر کیا گیا ہے کہ جس کے ساتھ تعلق پاکر یہ جنس ترقی پاتی اور یہ تخم بڑہتا پہولتا اور پہلتا ہے۔ قرآن مجید میں جہانتک شمار کیا گیا ہے ۱۰۱ آئتیں ہیں جو اس قانون تزویج یعنی جوڑ کہانے کے قانون کو ایمان کی نسبت بیان کرتی ہیں۔ مختلف پیرایوں میں یہ قانون بار بار بیان کیا گیا ہے۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت یعنے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے۔ پس اس قانون سے معلوم ہوا کہ ایمان کا جوڑ عمل صالح ہیں۔ اور ایمان بدوں عمل صالح کے ترقی نہیں پا سکتا۔ اور اس قانون کے خلاف یہ ماننا پڑتا ہے کہ برے عملوں سے ایمان میں کمی پیدا ہوتی ہے۔ پس اسطرح سے ایمان زیادہ بہی ہوتا ہے اور کم بہی۔ غرضیکہ ایمان کی ترقی صرف عمل صالح سے ہی مقدر ہے۔ جبتک ایمان اور عمل صالح کی صحیح تقدیر کے مطابق کارروائی نہ کیجاوے تب تک ہرگز ایمانی ترقی نہیں ہوسکتی۔

اب اس وقت تین لفظ زیر بحث ہیں۔ ایمان۔ مومن۔ عمل صالح۔

ایمان کیا چیز ہے۔ ایمان وہ دانہ یا تخم ہے جو مومن کی زمین قلب میں لگایا جاتا ہے۔ مومن وہ انسان ہے جس کے قلب میں تخم ایمان بویا گیا ہے۔ عمل صالح وہ کارروائی ہے جو مومن کو اس تخم یا دانہ کے بڑہاتے اور پہلدار بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً کرنی چاہئے۔ یا ایمان ایک جنس ہے جو مومن کے حوالہ کیجاتی ہے اور مومن ایک سوداگر ہے جو اس جنس کو بڑہاکر فائدہ اٹہانا چاہتا ہے اور عمل صالح وہ طریق ہے جس طریق سے یہ جنس ایمان ترقی پاکر مومن کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ عمل صالح کی نسبت ذرا زیادہ تفصیل ضروری ہے یعنے عمل اور عمل صالح میں کیا فرق ہے۔ عمل کا لفظ عام ہے جس کے معنے ہیں وہ کارروائی جو انسان اپنی احتیاج کے پورا کرنے کے واسطے کرتا ہے۔ مجرد عمل میں یہ ضروری نہیں کہ وہ کارروائی جو انسان کرتا ہے یا اس کے ذریعہ وہ کوئی حاجت پوری کرتا ہے وہ ذریعہ یا حاجت اس کے لئے مفید بہی ہے یا نہیں وہ جائز بہی ہے یا نہیں اور اس عمل سے وہ نتیجہ بہی پیدا ہوتا ہے یا نہیں جو اس عمل کے کرنیوالا پیدا کرنا چاہتا ہے مگر عمل صالح سے وہ عمل مراد ہے جو اس عمل صالح کے کرنیوالے کی اپنی مراد اور منشا میں رکہا ہے وہ نتیجہ پیدا ہو جائے۔ یعنے ایسی کارروائی کہ جسمیں واقعی صلاحیت اس نتیجہ کے پیدا ہونیکی ہے کہ جو اس کارروائی کی اصلی غرض ہے۔ پس ہر ایک امر جو کوئی انسان اختیار کرتا ہے تو ضرور ہے کہ جبتک وہ کوئی ایسی کارروائی نہ کرے جسمیں صلاحیت اس نتیجہ کے پیدا ہونے کی ہو جو اس امر کا اصلی مقصود ہے تو نہیں کہا جائیگا کہ اس نے عمل صالح کیا۔ عمل ایک ایسا فعل ہے جسمیں احتیاج پائیجاتی ہے فعل میں احتیاج لازمی نہیں۔ فعّالٌ لما یرید اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یعنے اس کے فعل میں قدرت اور ذاتی اختیار بلا احتیاج شامل ہے۔ برخلاف عمل کے کہ اسمیں احتیاج شامل ہے اور اسی لئے یہ لفظ انسان کی نسبت بولا گیا ہے۔ کیونکہ وہ محتاج ہے اس کا ہر ایک فعل کسی نہ کسی احتیاج کے پورا کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ چونکہ انسان محتاج ہے اور احتیاج کے پورا کرنے کے لئے عمل ضروری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمانی ترقی کے لئے یہ قید لگا دی اور یہی قانون سچا قانون ہے جس کے بغیر مومن کو چارہ نہیں۔ وہ کسان جو تخم کو زمین میں ڈالکر وقتاً فوقتاً اس تخم کی ترقی کے لئے کوئی عمل صالح نہیں کرتا یعنے ایسی کارروائی نہیں کرتا جو اس تخم کے زمین سے نکلنے اور پہولنے پہلنے کا صحیح ذریعہ ہو تو وہ تخم کو ضایع کر دیتا ہے اور جب اس تخم سے فائدہ حاصل کرنیکا وقت آتا ہے تو وہ کوئی فائدہ نہیں اٹہاتا۔ الدنیا مزرعة الاٰخرة۔ دنیا آخرت کی کہیتی ہے۔ یا کارروائی تو کرتا ہے مگر اس کارروائی میں ایسی صلاحیت نہیں ہوتی کہ جو اس تخم کو بڑہاکر بار آور کرے تو وقت پر ایسا کسان بجز فاقہ کشی اور دکہوں میں مبتلا ہونے کے اور کیا حاصل کرسکتا ہے۔ وہ سوداگر جو اپنی جنس کو بڑہانے کے لئے ایسی تدابیر عملی نہیں کرتا کہ جس سے اسکی وہ جنس بڑہکر نفع لاوے یا ایسی محنت اور کوشش سے جی چراتا ہے اور اس جنس کے بڑہانیکے سچے قانون کو نہیں برتتا ایک وقت آتا ہے کہ وہ جنس اسکی برباد ہو جاتی اور بجائے اس کے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرتا راس المال کو بہی ضایع کرکے اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالدیتا ہے۔ اسیطرح وہ مومن جو اپنے ایمان کے تخم کو اعمال صالح کے بجالانے سے ترقی نہیں دیتا اور مختلف کارروائیاں جو اعمال صالح کے رنگ میں اس تخم ایمان کو بار آور کرنے کے لئے قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ فرائض جنکی پابندی اس مومن کے ذمہ رکہی گئی ہے ادا نہیں کرتا ایک وقت آخر کو آتا ہے کہ اس قانون پر عمل نہ کرنے کے سبب سے وہ تخم ایمان ضائع ہو جاتا اور قلب کی زمین فصل کاٹنے کے موقعہ پر ایک ایسے چٹ پٹ میدان کیطرح نکل آتی ہے جو خشکی کے سبب سے بے رونق ہے اور اس زمین میں سوائے گرد و غبار کے کچھ بہی نہیں اس موقعہ پر کسان کی حسرت اور پشیمانی کی کوئی حد نہیں مگر اب اس کا کوئی علاج نہیں۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور یہی سوال بہت غور کے قابل ہے۔ جب عمل صالح کا نتیجہ ہے کہ ایمانی ترقی حاصل ہو تو پہر وہ فرائض جو اعمال صالحہ کی صورت میں بیان کئے گئے ہیں اور جن کے بجالانے کیطرف رغبت دلائی گئی ہے جب وہ بجالائے جاتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان فرائض کے بجالانیوالوں میں ترقی ایمان کے آثار پائے جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں لکہا ہے کہ۔ ان الصلوٰة تنھٰی عن الفحشاء والمنکر۔ یعنے نماز بیحیائی کی باتوں اور بدکرداریوں سے روکتی ہے۔ ایک شخص نماز پڑہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نماز پڑہتا ہوں مگر اسمیں وہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا جو نماز پڑہنے والے میں پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے یعنی وہ بدگفتاری اور بدکرداری سے بچا ہوا نظر نہیں آتا تو کس طرح کہا جائیگا کہ یہ نماز جو وہ پڑہتا ہے یہ عمل صالح ہے یعنی اگر اس نماز میں وہ صلاحیت ہوتی تو ضروری تہا کہ اسکی زبان بے حیائی کے کلمات سے رکتی اور وہ بدکردار نہ ہوتا جب یہ صورت نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکی نماز ایک عمل زدہ ہے مگر عمل صالح نہیں یعنی اسکی نماز میں وہ صلاحیت پیدا نہیں ہوئی کہ جو اس نتیجہ کو پیدا کرے جو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یا ایک شخص قرآن کی تلاوت ہر روز صبح اٹہکر کرتا ہے اور قرآن کی نسبت لکہا ہے کہ ان ھٰذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنون الذین یعملون الصّٰلحٰت ان لھم اجرًا کبیرًا وان الذین لا یؤمنون بالاٰخرة اعتدنا لھم

(باقی پھر)

عن ابا الیما۔ کہ یہ یقینی بات ہی کہ یہ قرآن وہ راہ دکہاتا ہے جو نہایت ہی پختہ اور صحیح راہ ہے اور بشارت دیتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کئے ہیں کہ ان کے واسطے بڑا بہاری اجر ہے۔ مگر تلاوت کرنیوالا جب باہر نکل کر اپنے افعال دکہاتا ہے تو اسمیں کوئی رنگ بہی ایسا نہیں پایا جاتا کہ جو اس آیت کے نیچے مفہوم میں آسکے۔ کیا کہا جائیگا یہ تلاوت قرآن عمل صالح ہے۔ پس یہی حال دیگر اعمال کا ہے کہ جب صحیح نتیجہ پیدا نہیں ہوتا تو پہر اس کا نتیجہ یہی ہے کہ یہ نماز پڑہنا یا قرآن پڑہنا اور کوئی نیک کام اپنے خیال میں بجالانا عمل صالح نہیں ہے۔ یہی ایک بات ہے جو بہت غور کے قابل ہے۔ برادران سلسلہ احمدیہ ہم لوگ ایک ایسی جماعت ہیں کہ جسکی نسبت خاص طور پر ارادہ کیا گیا ہے کہ ہم اعمال صالح کے بجالانے سے ترقی ایمان حاصل کریں تاکہ وہ ثمرات ایمان جو سابقین اولین میں پیدا ہوئے ہم میں بہی پیدا ہوں ہمارے لئے کوئی نیا قانون نہیں اور نہ خدا کا یہ قانون قدیمی بدل سکتا ہے آؤ ہم اپنے اعمال پر نظر ڈالیں پڑتال کریں سوچیں کہ کیا ہماری نمازیں۔ روزے۔ تلاوت قرآن یا دیگر اعمال جو ہم کررہے ہیں یہ واقعی اعمال صالح کے رنگ میں ہیں یعنے ان اعمال میں واقعی وہ صلاحیت ہے کہ جس سے ہمارے ایمانوں میں وہ ترقی پیدا ہو جو ایسے اعمال کا صحیح نتیجہ ہے۔ اگر یہ نتائج پیدا نہیں ہوتے تو آؤ ہم اپنے اعمال کو اعمال صالح بنادیں اور قانون الٰہی کی صحیح طور پر پابندی کریں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ایمان کی جنس یونہی ضائع ہو جائے اور ہم ایک بیوقوف کسان اور نادان سوداگر سے مثال دیئے جائیں اور تخم ایمان جو ہمارے قلب کی زمین میں لگایا گیا ہے ہمارے عمل صالح کے نہ کرنے سے برباد ہو جائے۔ اور پہر ہمارا ایمان لانا کسی کام نہ آوے تا حق کی سردردی اور باتیں بناتے اور سننے سے کیا حاصل۔ ہم میں ترقی ایمان صالح کا سوال ہر وقت دائر سائر رہنا چاہیئے۔ ہر ایک معاملہ میں خواہ وہ آپسمیں ہو یا کسی غیر سے۔ باہمی ملاقاتوں میں۔ گہر میں ہوں یا بازار میں۔ ہر ایک محل اور مقام میں۔ جب ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوں۔ غرضیکہ ہر حال میں ہم یہ سوال کرتے رہیں کہ آیا اسوقت ہم کو ترقی ایمان مدنظر ہے اور ہماری یہ کارروائی عمل صالح میں داخل ہے اور اس قانون الٰہی کی کوئی خلاف ورزی تو ہم نہیں کررہے۔ ہر وقت اسطرح محاسبہ کرنیسے ہم ان سب غلطیوں اور خطا کاریوں سے محفوظ رکہے جائیں گے جو سہو ونسیان کے سبب سے انسان کے عائد حال ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ ہم ان سب فضلوں اور برکتوں کے وارث ہوں گے جو پہلوں کو دی گئی تہیں۔ ہم اُس رسول خاتم النبیین کی امت ہیں کہ جسکی ذات بابرکات میں سارے نبیوں کے کمالات جمع کئے گئے ہیں یعنے ابتدا میں جو ہر ایک نبی کو دیا گیا وہ سب کچھ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اور چونکہ آپ جملہ انبیا کے کمالات کے جامع ٹہیرے اور آیندہ کے واسطے یہ فیصلہ کردیا گیا کہ کوئی کمال جو کسی نبی کی معرفت کسی امت کو پہلے پہنچ سکتا تہا جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے پر اس نبی سے اس کمال کے حاصل ہونیکا سلسلہ بند ہوگیا اور اب وہ کمال صرف ذات بابرکات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مل سکتا ہے خداتعالیٰ نے اس جماعت کا جو جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہوئی یوں ذکر فرمایا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علے الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاٗہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوی علٰے سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت لھم مغفرۃ و اجرا عظیما۔ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۲)

ہم بہی ایک جماعت ہیں جو امام آخرالزمان مسیح موعود مہدی معہود کے ساتہ ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ ہماری نسبت اسلام کی پاک تعلیم کا صحیح معنوں میں پورا ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے یہ امام آخرالزمان بہی ظلی طور پر پیغمبر آخرالزمان کے رنگ میں آیا ہے تو پہر اس کے ساتہیوں کا بہی وہی رنگ ہونا چاہیئے جو پیغمبر آخرالزمان کے ساتہیوں کا تہا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہی کفار کے مقابلہ میں اسلامی حمایت میں شدت سے کہڑے ہونیوالے تہے۔ آپسمیں باہمی تعلقات نہایت نرمی اور رحم سے ادا کرنیوالے تہے۔ یعنے اپنی جماعت میں ہر ایک بہائی کی بلا لحاظ اس کے کہ وہ چہوٹا ہے یا بڑا رحم و شفقت کے ساتھ پاس و رعایت منظور تہی باہمی تعلقات میں ذلت و حقارت کا نام ونشان نہ تہا۔ خداتعالیٰ کے حضور میں رکوع اور سجود میں اپنے اوقات کو گذارتے تہے۔ اور اس رکوع و سجود میں ان کو صرف خداتعالیٰ کا فضل اور رضا مقصود تہی سجدوں کا نشان انکی پیشانیوں پر چمکتا تہا یعنے انکی راستبازی اور پرہیزگاری بے اختیار خود ان سے ظاہر ہوتی رہتی تہی۔ انکی نسبت خدا نے پہلی کتابوں یعنے توریت اور انجیل میں یوں بیان کیا کہ وہ ایسی کہیتی ہیں کہ جس نے اپنی کونپلوں کو باہر نکالا ہے پہر وہ کونپلیں مضبوط ہوئیں موٹی ہوئیں اور اپنی نالی پر سیدہی کہڑی ہوگئیں۔ کسان اس کہیتی کا مالک انکی اس ترقی پر تعجب کرتا ہے اور بالمقابل انکے مخالف کفار غصہ میں جلتے بہنتے ہیں۔ انہیں سے ان لوگوں کو جنہوں نے ایمان لاکر اعمال صالح کی بجاآوری سے ایمانی ترقیات حاصل کیں اللہ تعالیٰ نے مغفرۃ اور بڑے بہارے اجر کا وعدہ کیا۔

اے اس امام آخرالزمان کے ساتہیو اپیغمبر آخرالزمان کے ساتہیونکی یہ صفات ہیں امام آخرالزمان پیغمبر آخرالزمان کے رنگ میں ظلی طور پر آیا ہے تو ضرور ہے کہ تم میں بہی پیغمبر آخرالزمان کے ساتہیوں کے صفات کا رنگ پیدا ہو انکی صفات کا عکس تم پر بہی پڑے ان کے رنگ میں رنگین تم اسی صورت میں ہوگے کہ الٰہی قانون کی پابندی اُسیطرح اختیار کرو جسطرح انہوں نے اختیار کی۔ عمل صالح کے لاتبدیل قانون کی پابندی سے وہ ان صفات سے موصوف ہوئے پس اس وقت بہی اسی لاتبدیل قانون کی پوری پابندی سے اس جماعت میں وہ صفات آسکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیطرف سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ اسی طرح اس جماعت کے حق میں پورا ہوسکتا ہے جسطرح پہلی جماعت کے حق میں پورا ہوا۔ آؤ ہم ایسی صحبتوں کو ترک کریں جن سے ہم کو ہماری ایمانی ترقی میں امداد نہیں ملتی۔ دانشمند انسان وہ ہے کہ یا تو کسی سے فائدہ حاصل کرے یا کسی کو فائدہ پہنچائے۔ لین دین کا معاملہ دنیا میں چلا آتا ہے پس ایسی مجلس میں بیٹہنے سے کیا حاصل ایسے شخص کی ملاقات سے کیا مطلب جس سے نہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچنے کی امید ہے اور نہ ہم اسکو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اگر کسی دوست سے ہم کو ہماری ترقی ایمان میں امداد نہیں مل سکتی اور یا ہم اسکو اسکی ترقی ایمان میں مدد نہیں دے سکتے تو ایسے دوست سے ملاقات کرنا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور نہ ایسا شخص دوستی کے لایق ہے

ہمارے اعمال ایک نمونہ ہونے چاہئیں تاکہ لوگ ہماری کارروائیوں سے سبق حاصل کریں۔

ہم کو نہیں چاہیئے کہ ہم دوسری قوموں کی ریس کریں۔ دوسری قوموں کی ترقی میں تقویٰ اور عمل صالح کا رنگ نہیں ہے۔ ان کو کسطرح اور کسی نہج سے جو صرف قومی ترقی مطلوب ہے ہم اس قوم کے ترک کرنے پر طیار ہیں کہ جسمیں تقوے اور عمل صالح کا رنگ نہ ہو۔ اگر تقوے اور عمل صالح کی قید ضروری نہ تھی تو ہم نے کیوں اس قوم کو جو لا الہ الا اللہ پڑھتی اور مسلمان کہلاتی ہے ترک کیا اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنی چھوڑیں جب ہماری اپنی قوم کا یہ حال ہے تو پھر دوسری قوموں کی اس ترقی کی ہم کیا پرواکریں جنمیں تقوے اور عمل صالح کا رنگ نہیں ہے یہ سچی بات ہے اور امام اسی سچی بات کی منادی کرتا ہے کہ اعمال صالح بجالاؤ اور تقوے کا پاک لباس پہنو اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں راستبازی کی راہ اختیار کرو۔ وہ ترقی جو تمہارے لئے تمہارا خدا چاہتا ہے تمہاری راستبازی اور تقوے اور اعمال صالح کے سبب تم کو وہ خود دے گا۔ اگر ہم نے اس وقت سے پہلے ایسی غور نہیں کی اور اس قانون الٰہی کی سچی پابندی سے ہم دور رہتے ہیں تو آؤ اس پابندی کے لئے اب تیار ہو جائیں اور اس لاتبدیل قانون کی پیروی شروع کریں۔ اگر ہم اپنی گذشتہ خطاکاریوں کے لئے اس قانون الٰہی کی پابندی کرینگے جو توبہ اور استغفار کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور اعمال صالح کے لاتبدیل قانون کی حفاظت کریں گے۔ تو ہمارا سچا رجوع لانے سے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کریگا اور ہماری بدیوں کو نیکیوں سے تبدیل کردیگا۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے۔ الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیما۔ اللہ تعالیٰ کی پاک توفیق ہماری رفیق ہو اور ہم کو اپنی مرضی کی راہوں پر وہ خود چلاوے اور دین و دنیا میں ہمارا حامی و مددگار رہو۔

اللھم ایدِ الاسلام والمسلمین والامام الحکم العادل

اللھم انصر من نصر دین محمد صلعم واجعلنا منھم

اللھم اخذل من خذل دین محمد صلعم ولا تجعلنا منھم

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار حامد سیالکوٹی

ہندو مسلمانوں کا مجوزہ اور مفروضہ اتحاد

الحکم میں پولٹیکل معاملات پر اسقدر کم بحث کیجاتی ہے جو گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہاں جہاں کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال ہوتا ہے وہاں ضرورت وقت اور مصلحت موقع کو مدنظر رکھکر ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری سمجھا ہے جب سودیشی تحریک اور بائیکاٹ کے جراثیم بنگال سے نکل کر پنجاب میں پہونچے اسوقت چونکہ اس تحریک کی تہ میں تقسیم بنگال کے مسئلہ سے بنگالیوں کی ناراضی تھی اور اس تحریک کی بنا خود غرضی اور ذاتی مقاصد پر مبنی تھی جہاں ملکی اشیاء کے استعمال کو مفید اور عمدہ بتایا اس تحریک کی موجودہ رو میں شریک ہونے سے منع کرنا مناسب سمجھا۔ اب جبسے پولٹیکل سادھووں کو پہلے نے اپنا پولٹیکل دورہ شروع کیا ہے انہوں نے ہندو مسلمانوں کے مفروضہ اتحاد پر جو ہوا ان کی تقریریں کی ہیں اور یہ شور ملک کے ہر حصہ میں پھیلا ہے۔

ہندو و مسلمانوں میں اتفاق ہو

اس مفروضہ اور مجوزہ اتفاق کے متعلق ایسی پرشور صداؤں کو سنکر مختلف شہروں میں عملی بہی نمایشی ہی سہی نیشنل ایسوسی ایشنز قایم ہونے لگی ہیں اور یہ مفروضہ اتحاد ایک وقتی اور ضروری سوال قرار دیا گیا ہے۔ اخبارات میں اس کے متعلق صدہا تحریریں اور پبلک جلسوں میں بیسیوں تقریریں اہل الرائے لوگوں نے کی ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس مفروضہ اتحاد کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کردوں۔

نفس اتفاق بین الاقوام کو میں ایک برکت اور مفید شے یقین کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل اور درنگ نہیں کہ یہ تحریک (جس کے لئے اسقدر زور دیا جاتا ہے اور مختلف مقامات پر اس غرض خاص کے لئے سوسائٹیاں اور سبھائیں بنائی جاتی ہیں) ایک ایسی تحریک ہے جسکا کوئی عملی وجود ہی نہیں بلکہ میں بحالات موجودہ اس کے امکان کا ہی قایل نہیں ہوں۔ پھر جب ایک شئے کا وجود ہی سرے سے مفقود ہو تو اس کے قیام و دوام کی سعی جو کچھ بھی وقعت رکھ سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

میں نے جیسا کہ ابھی ظاہر کیا ہے ابنا وطن کی یگانگت اور یکجہتی لاریب ایک برکت اور کار خیر ہے لیکن یہ امر نہایت افسوس سے دیکھا جاویگا کہ جب اہل وطن کے حالات اور ان کے اغراض و مقاصد پر پرغور نگاہ کیجاوے تو اس مقصد کی تکمیل اور تعمیل میں پوری مایوسی ہوتی ہے۔ میں نے اس سوال کے اس پہلو پر بھی نظر کی ہے کہ ہندو و مسلمانوں کے اتحاد کا سوال جب پیش کیا جاتا ہے تو ہندوستان کی دوسری اقوام کو کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے؟ کیا اس اتحاد اور اتفاق کی بنا ہی

نااتفاقی

پر نہیں؟ اور کیا خود غرضی اور خود مطلبی اس کی تہ میں کام نہیں کررہی ہے ہندو و مسلمانوں کے اتحاد پر زور دینے والے پولیٹیکل لیڈر دوسری اقوام کی ہستی کو پہلے ہی مٹا دیتے ہیں اور اسطرح یہ بھارت ماتا بھارت ماتا پکارنے والی ایک مخلص گروہ پیدا کرنے کے منافق جماعت پیدا کرنا چاہتے ہیں اس سوال کے بہت سے پہلو ہیں جنپر بڑا وانہ بحث ہونی چاہئیے اور اگر مجھے موقع ملا تو بفضلہ تعالیٰ سعی کرونگا کہ اس کے مختلف پہلوؤں پر وقتاً فوقتاً روشنی ڈالوں۔ سردست میں اس سوال کو اس نظر سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ مفروضہ اتحاد اور اتفاق کن امور میں اور کس رنگ میں مقصود ہے؟ ہندوستانی پبلک کے پانچ بڑے طبقے ہیں۔ اول مذہبی لوگ۔ دوم روسا اور اہل امتیاز سوم ملازمت پیشہ اور تعلیم یافتہ گروہ۔ چہارم اہل ترفہ۔ پنجم تاجر۔

یہ وہ تقسیم ہے جسمیں ہندوستانی آبادی منقسم ہوسکتی ہے اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا ان طبقات خمسہ میں مفروضہ اتفاق کسی حد تک ممکن العمل ہے۔ انمیں سے پہلے گروہ کے متعلق چونکہ کسیقدر تفصیل کی ضرورت ہے اس لئے آخری چار کے متعلق مختصر سا ذکر کرکے پہلے طبقہ پر بحث کرونگا۔ دوسرے طبقہ کے لوگوں کی جو حالت ہورہی ہے وہ ایسی نمایاں ہے کہ ہر شخص اسے جانتا ہے ان لوگوں کی وجاہت ان کا اثر بیشک اتفاق مفروضہ کی سکیم میں مد ہوسکتا تھا لیکن یہ لوگ بجائے خود اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل میں ایسے منہمک ہیں کہ وہ قوم اور ملک کی مفاد پر نظر ہی نہیں کرسکتے۔ انکی زندگی کا مقصد اپنی ذاتی کامیابی اور شخصی عظمت کا حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے انہیں مذہب اور اخلاقی قوانین کی بھی پروا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس طبقہ میں معیار عظمت اخلاق یا مذہب کی پابندی نہیں سمجھی گئی بلکہ نمائش اور ثروت ہی نمایاں نشان قرار دیا گیا ہے۔ پس تمول کے لحاظ سے مفروضہ اتفاق پر جو اثر پڑسکتا ہے وہ یہی ہے کہ بعض

تحریکات یا تہواروں میں انکی محرک ہندو ہوں یا مسلمان یہ لوگ چندہ دیا ورا اور اس کے لئے وہ پہلے ہی سے ایسا کرتے ہیں دسہرہ کی تقریب منانی ہو تو مسلمان روسا چندہ دینے کو موجود اور محرم منانا ہو تو ہندو سبیلیں لگانے کو حاضر اگر اس مفروضہ اتفاق کی غایت یہی ہے تو اس طبقہ میں پہلے ہی حاصل ہے پھر مزید شور و فغاں کی کیا حاجت؟

ایسا ہی اہل حرفہ و تاجروں کا حال ہے چونکہ ان کے کاروبار کا باہم لاینفک تعلق ہے اسی بنا پر انہیں اپنی مشترکہ اغراض کے لئے کوئی نفاق یا دھڑا بندی موجود نہیں جس کے مٹانے کے لئے کسی جدید تحریک کی ضرورت ہو۔

ان تین طبقوں کے بعد ملازمت پیشہ لوگ ہیں۔ اور میں بڑے زور سے کہ سکتا ہوں کہ اس طبقہ کی حالت کسی صورت میں قابل اطمینان نہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گروہ میں اتحاد کی تحریک پیش کرنے کے لئے کونسی راہ اختیار کیجاوے کیونکہ باوجود اس کے جو گورنمنٹ عالیہ نے بار بار اس قسم کے سرکلر جاری کئے ہیں کہ مختلف محکموں اور صیغوں میں ہندو و مسلمانوں کی تعداد مساوی رکھی جاوے لیکن جو کچھ ان کا حشر ہو رہا ہے اور جس طرح مسلمانوں کے حقوق کو کچلا جاتا ہے وہ کوئی مخفی راز نہیں آئے دن اخبارات میں برادران یوسف کے ان کا ناموں کی تصریح ہوتی رہتی ہے۔ وہ لوگ جو مفروضہ اتحاد اور اتفاق پر زور دے رہے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اس سوال کا حل کس طریق پر کیا ہے؟

جبتک اس پہلو میں زبردست فریق اپنی خود غرضی اور [illegible] تنگ دلی کیوجہ سے ناانصافی اور مخفی ریشہ دوانیوں کو چھوڑ نہیں دیتا۔ اور مسلمانوں کو فی الحقیقت اپنا ہمسایہ اور شریک حال یقین نہیں کر لیتا ناممکن ہے کہ اس طبقہ میں صلح ہو سکے۔

اب

سب سے اول اور ضروری طبقہ پر نظر کرنا باقی ہے اور در اصل یہی گروہ ہے جس پر سب سے زیادہ توجہ کی حاجت ہے اور وہ ہندوستان کی مذہبی دنیا ہے کیا اس مذہبی گروہ میں اتفاق اور اتحاد ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اس کا ذمہ وار کون فریق ہے؟ اس سوال کے یہ تین پہلو ہیں جن پر ہم کو غور کرنا چاہیئے۔

بحالات موجودہ اتفاق نہیں ہو سکتا اور اس کے نہ ہونے کی ذمہ وار ہم نہیں بلکہ ہماری ہمسایہ قوم ہے۔ اور در اصل وہی اس نفاق کی محرک اور اس آتش شقاق کی موجد ہوئی ہے اور جسکو میں ابھی ثابت کرونگا۔ اور اس طبقہ میں اتفاق اور اتحاد کی جو صورت ہو سکتی ہے وہ یا تو یہ ہے کہ دونو قومیں بلحاظ مذہب و اعتقاد ایک ہو جائیں یا دینی حرارت کو حد اعتدال پر لایا جاوے مگر بصورت موجودہ دونو باتیں قریباً محال ہیں اور ان کو محال ہمارے ہمسایہ قوم ہی نے بنایا ہے اور اس بحث میں اب یہی پہلو ہے جو قابل بحث ہے۔ کوئی شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں عقل دور اندیش رکھتا ہو وہ کبھی یہ ماننے کے لئے طیار نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص اپنے دل میں دوسرے سے بغض و عداوت رکھکر اس کا دوست اور بہی خواہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر ظاہر داری کے طور پر ہو بھی تو یہ اتفاق کوئی [illegible] ثابت کر دے یا اور مستقل نہ ہوگا بلکہ چونکہ یہ حد درجہ کا نفاق ہوگا اس لئے اس کے برے نتائج ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے [illegible] میں تسلیم نہیں کرسکتا [illegible] محبت اور حمیت کو جو [illegible] صلح [illegible] چاہیئے کہ اب اختلاف اور نفاق کے ذمہ وار ہم [illegible] [illegible] اسلام [illegible] ایک [illegible] اور مستقل [illegible] مذہب [illegible] دنیا [illegible] [illegible] [illegible] اسلام [illegible] [illegible] [illegible]

قوم و ملت کو عدل اور انصاف ہمدردی اور مواسات کے لئے آڑ نہیں بنایا بلکہ وہ نوع انسان کے ہر شخص کے ساتھ یکساں مراعات ملحوظ رکھتا ہے اس مقام پر ضرورت نہیں کہ تفصیلی بحث کیجاوے اگر کوئی شخص اس کے خلاف کہنے کو آمادہ ہو تو واقعات صحیحہ کی بنا پر اس کا ثبوت ہمارے ہاتھ میں ہے سب سے زیادہ رنجیدہ اور اشتعال بخش جو امر ہے وہ مخالف مذہب پر نکتہ چینی کا طریق ہے اس بارے میں اسلامی ہدایت ایسی قابل اور نفع رساں ہیں کہ وہی نظیر نہیں ملسکتی یا وجود یکہ اسلام کسی سے مداہنت کیلئے کبھی طیار نہیں پھر بھی مناظرہ میں ایسے اصول تعلیم کئے ہیں جو صلح اور آشتی کا راحت بخش ذریعہ ہیں۔ اس نے یہ کہکر

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

تمام مقدسوں اور راستبازوں کے ادب اور احترام کی تاکید کر دی اور ہر قوم اور ملک کے برگزیدہ بندوں سے خاص محبت کی تعلیم دی اور عمل کیا

اسلام ہی ایک مذہب ہے جو

پیغام صلح

پیش کرتا ہے۔ کیونکہ عیسائیوں نے اپنی غلط فہمی سے معاذ اللہ تمام راستبازوں اور برگزیدہ نبیوں کو چور اور بٹ مار کہکر نفرت کا بیج بویا اور انکی دیکھا دیکھی آریہ قوم نے یہ قرار دیکر ابتدائے آفرینش سے خدا کبھی خدا تعالیٰ کا کلام ہی نازل نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی راستباز برگزیدہ خدا مامور ہوکر اصلاح قوم کے لئے آیا اور نہ بجز آریہ ورت کے کسی اور ملک میں آیا عداوت کے اس میدان کو اور بھی وسیع کر دیا۔ اور پنڈت دیانند اور ان کے شاگردوں نے جس طریق سے خدا تعالیٰ کے برگزیدوں اور صادقوں کے سرداروں کی ہتک اور توہین کی ہے اور ابتک وہ سلسلہ نہایت ہی آزار دہ طریق پر جاری ہے ناممکن ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے درد رسیدہ دل جنپر تیت بیاز خم لگایا جاتا اور نمک پاشی کیجاتی ہے آرام پا سکیں اور انہیں تسلی ہو۔

ہماری طرف سے اس کے سوا پیغام صلح کی اور کیا صورت ہو سکتی تھی کہ ان کے مسلمہ بزرگوں کو ہم نے خدا کے راستباز بندے تسلیم کیا اور رام و کرشن اور باوا نانک جیسے بزرگان قوم کو خدا رسیدہ اور اس کے مامور یقین کر لیا مگر اس کے مقابلہ میں ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ مقدسوں کے مقدس اور راستبازوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ گستاخیاں اور شوخیاں کی گئیں کہ اگر مسلمانوں کی قوم امن پسند اور صلح جو نہ ہوتی تو اپنے اور اپنے ہمسایوں کے درمیان آپ فیصلہ کر لیتی لیکن انہوں نے ہمیشہ اعتدال سے کام لیا اور گورنمنٹ انگلشیہ کی اطاعت کو اپنا فرض سمجھا اور خاموشی سے اندر ہی اندر

ہر درویش بر جان درویش

پر عمل کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسلام کی اس [illegible] ناگفتہ حالت کو دیکھکر اپنے وقت پر

اپنا موعود خلیفہ

نازل کیا تو چونکہ وہ خود شہزادہ امن ہے اس نے عالم امن کے لئے مناسب اور موزوں طریق جو خدا تعالیٰ نے اسے سکھایا اس جوش کو فرو کرنے کے لئے اختیار کیا۔ اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے جوش پر پانی ڈالدیا۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا [illegible] وشمن شرمندہ ہوکر [illegible] دلوں سے بغض [illegible] کوشش کرتے مگر انہوں نے گورنمنٹ انگلشیہ [illegible] [illegible] آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اور بھی [illegible] [illegible] [illegible] کام لیا [illegible] [illegible] مخالفت [illegible] مقالات پر مسلمانوں [illegible] اس

نفاق کو بڑہانیوالی اور دل آزار تحریریں اور تقریریں اسی گروہ آریہ سماج سے نکلی ہیں کیونکہ مختلف مقامات پر اگر گورنمنٹ کو نوٹس لینا پڑا ہے تو اسی سماج ہی کی تقریروں اور تحریروں کا۔ اور بعض آزاد خیال اور فہیم لوگوں نے بھی آریہ سماج کو اپنے مذہبی لٹریچر پر متوجہ کیا لیکن انہوں نے پروا نہیں کی جس سے یہی نہیں کہ ایک قوم کی سخت دل آزاری کیگئی اور اسے رنج دیا گیا بلکہ گورنمنٹ کو بھی تشویش میں ڈالا اور اسے اپنے عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانونی سلوک کرنا پڑا۔ یہ امر بیشک گورنمنٹ کیطرف سے مسلمانوں کے درد کا علاج اور گورنمنٹ کا ان پر ایک احسان ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ اس کے شکر گزار رہنا اپنا مذہبی فرض یقین کریں گے جب نوبت یہانتک پہونچ گئی ہو۔ پھر کوئی بتائے کہ ان لوگوں سے ہاتھ ملانے کے لئے ہم کسطرح آگے بڑہیں۔

میں ایک خطرناک فروگذاشت اور غلطی کا ارتکاب کرونگا اگر اس موعود خلیفۃ اللہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے کام کے اس پہلو کا بیان ذکر نہ کروں جو امن عامہ اور صلح بین الاقوام کے لئے آپ نے کیا۔

سب سے اول آپ نے طرز مباحثات کو بدل ڈالا۔ اور جدید علم کلام پیش کیا کہ جو دعویٰ ہو اپنی کتاب مسلمہ سے ہو اور اس کے دلایل بھی اپنی ہی مسلمہ کتاب سے ہوں۔

اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ہر شخص جو اپنے سچے مذہب کا مدعی ہے وہ اس کے تاثیرات اور برکات کو پیش کرے۔ اور ایک خطرہ جو عیسائیوں اور دوسرے اہل مذاہب کے لئے مہدی اور مسیح کے وعدہ سے تہا اور خام خیالی سے بعض لوگ سمجھے بیٹھے تہے کہ ایک خونی مہدی آئیگا کہ جس سے میدان کارزار گرم ہوگا آپ نے اس غلط عقیدہ کی حقیقت کہول کر بتائی۔ اور چار لاکھ کے قریب آدمیوں کے دلوں سے اس خطرناک عقیدہ کو نکال کر پہینک دیا۔

اور جہاد جسکی غلط تصویر مخالفوں نے کھینچ رکہی تہی اور اس کا مفہوم خونی منظر بتایا جاتا تہا اس کے لئے فتوے حرمت شایع کر کے پیغام صلح دیا۔

پھر ان باتوں پر ہی اکتفا نکر کے آپنے گورنمنٹ عالیہ کو ایک قانون بنانے کی طرف متوجہ کیا جو مذہبی مناظرات کی اصلاح کا قانون ہوتا اور اگر ملک کے اہل الرائے لوگ جو اب ٹالریشن اور اتفاق کا وعظ کرتے پہرتے ہیں فی الحقیقت امن پسند اور صلح جو تہے تو انہیں نہایت زور اور جوش کے ساتھ اس تحریک کی حمایت کرنی چاہیئے تہی مگر کیا کوئی آریہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے اس کی حمایت کے لئے قلم اٹھایا۔ حضرت حجۃ اللہ نے تو کئی ہزار احمدیوں کے دستخط کرا کر گورنمنٹ تک میموریل بہیجا اور توجہ دلائی کہ کم از کم دس سال تک مذہبی مناظرات بند کر دیئے جاویں اور کوئی شخص بجز اپنے مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے دوسرے کے مذہب پر حملہ نہ کرے یہ قانون صلح اور اتحاد کا زبردست ذریعہ تہا مگر اس وقت کسی محب ملک کے دل میں جوش نہ اٹھا کہ اس سے ہندو و مسلمانوں کے تعلقات پر مفید اور مبارک اثر پڑتا ہے، اس کے لئے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک متفقہ آواز اٹھائی جاوے۔ حضرت اقدس نے چونکہ اخلاص اور نیک نیتی سے یہ خواہش ظاہر کی تہی اسلئے اپنا فرض ادا کر دیا اور بصورت میموریل گورنمنٹ ہند کے پاس بہیجدیا۔ پہر مسیح موعود نے اندرونی اور بیرونی مخالفوں کو

الصلح خیر

کہکر ہاتھ بڑہایا مگر مخالفوں نے میدان جنگ کو نہ چہوڑا بلکہ پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ حملہ آور ہوگئے۔ اب اپنی ذاتی اغراض اور مقاصد کو مدنظر رکھکر وہ پیغام صلح دیتے ہیں اور گوکھلے اور دوسرے فرضی لیڈر اتفاق اتفاق کا شور مچاتے ہیں مگر نہیں بتاتے کہ اس مفروضہ اتحاد کی سکیم کیا ہوگی؟

مسلمانوں کی اسطرح پر دل آزاری کر کے اور ان کے سینوں کو مجروح کر کے ان کے حقوق کو پامال کر کے پہر چاہا جاتا ہے کہ ان سے صلح کیجاوے ہم صلح کی قدر کرنیوالی قوم ہیں اور ہمارا مذہب صلح اور آشتی کا پیغام لیکر آیا ہے ہمارا امام شہزادہ امن ہے اس نے ہر طرح سے چاہا کہ امن عامہ کے خرمن میں جو چنگاری آریوں اور دوسرے دشمنان اسلام نے ڈالی ہے وہ بجہا دیجائے اور وہ دن رات اس فکر میں مصروف ہیں مگر دوسری طرف سے پہونکیں مار مار کر اس آگ کو بہڑکایا جاتا اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (جو سید المعصومین ہیں اور تمام مقدسوں کے سرتاج اور تمام نبوتوں کے جامع اور سب راستبازوں کے مصدق ہیں) پر اور دوسرے برگزیدوں اور راستبازوں پر سخت دل آزار اور بے بنیاد حملے محض رنجدہی کے لئے کئے جاتے ہیں اس صورت میں وہ کونسا بے حمیت انسان ہوگا جو مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑہائیگا۔ تم خود الزام کے نیچے ہو تمہارے راستبازوں کو جو ان کے زمانے میں گذرے ہم نے ہادی یقین کیا مگر تم نے ہمارے مسلمہ راستبازوں اور نبیوں کی ہتک کی وہ کونسا ہے جو تمہاری زبان اور قلم سے بچا۔

پہر جب یہ صورت ہے تو محبان ہند وہ گوکھلے ہوں یا تلک نوروجی ہوں یا کوئی اور اس سکیم کو پیش کر کے بتائیں جو صلح کی ہو سکتی ہے؟ اور مسلمان قبل اس کے جو اس سکیم کے سارے پہلوؤں پر غور کریں جلد بازی سے کام نہیں لگے جو انکی ہاں میں ہاں ملائیں اور ان کو اپنے مقاصد میں متحد سمجہیں۔ اس مفروضہ اتفاق اور اتحاد کا ایک اور پہلو بہی ہے جو بہت ہی نازک اور ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس یکجہتی کا محل اور مقصد کیا ہے؟ یہ تفصیل طلب مضمون ہے لیکن مختصراً یہاں اسپر کچھ لکہنا ضروری ہے۔ میری اپنی رائے میں چار امر ہو سکتے ہیں جو اس اتفاق کا موضوع قرار پا سکتے ہیں۔

اولاً۔ ملکی ترقی اور اصلاح میں ہندو و مسلمانوں کا ملکر متفقہ قوت سے ساعی ہونا۔

ثانیاً۔ عام معاملات زندگی میں حسن سلوک

ثالثاً۔ سیاسی شورش میں متحد ہونا۔

رابعاً۔ غیر قوموں کے مقابلہ میں خواہ حکام وقت ہی کیوں نہوں ایک ہونا

یہ امور اربعہ ایک مبسوط بحث کو چاہتے ہیں اور انشاء اللہ ضرورتاً اسپر بحث کیجاویگی سردست اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ امر اول کا مفہوم بوجہ وسیع ہونے اور اس کے متعلق کسی تخصیص یا تعین کے نہونے کے بحث کے قابل نہیں۔ امر دوم بیشک مفید ہے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ آسان ہی نہیں۔ کیونکہ عام معاملات زندگی میں حسن سلوک کا زیادہ تر تعلق سوشل معاملات سے ہے جسکو آریہ سماج کے حد سے گذرے ہوئے تعصب نے خطرناک بنا دیا ہے جبتک یہ حد سے بڑہا ہوا تعصب مٹ نہ جاوے اور پھر احتیاطاً تاویل گذشتہ کی تلافی اور اس سے رجوع نہ کیا جاوے یہ بہی ناممکن ہے۔

امر سوم۔ سیاسی شورش کا جو طریق اب اختیار کیا جاتا ہے وہ نہایت نامناسب اور آداب سلطنت کے صریح خلاف ہے افراد رعایا کو اس طریق سے مجتنب رہنا ضروری ہے۔ اور ہم احمدی مذہبی حیثیت سے گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانات کے شکر گذار ہیں اور وفاداری اور فرمان پذیری اپنا فرض مذہبی سمجہتے ہیں۔ پہر ہم کیونکر اسی قوم کے ساتھ متحد ہوں جو ناشکری کا پہلو اختیار کرتی ہو۔

چوتہا امر سرے سے ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر غیر قوموں کا مقابلہ مقصود ہے تو یہ دونو قومیں بہی تو بلحاظ طریق تمدن اور اصول مذہب اور طرز معاشرت کے ایک دوسری کی غیر ہیں پس تو پہر اتفاق کی کیا گارنٹی ہو سکتی ہے؟ کیوں یہ یقین نکر لیا جاوے کہ وہ مسلمانوں کو بہی

غیر قوم سمجھکر انکی مخالفت کے لیے کوئی اور راہ اختیار نہ کریں گے۔

غرض

اس مجوزہ اور مفروضہ اتفاق پر ہمیں بڑے غور کی ضرورت ہے اور جبتک ہمارے ہمسایہ اسکی سکیم پیش نہ کریں اس قابل نہیں کہ بلا سوچے سمجھے ہاتھ بڑھانے کے لئے کوئی آمادہ ہو اور جو ہوگا وہ دوراندیشی اور مآل بینی سے ہی کام نہیں لیگا بلکہ مذہبی حمیت اور غیرت کو بھی ہاتھ سے دیکر ہاتھ بڑھائیگا۔ دیکھنا چاہئے کہ ملکی لیڈر اسپر کیا کہتے ہیں اتحاد بین الاقوام کے خواہشمند اخبارات اس آرٹکل کو اپنے اخبارات میں شایع کرکے دوسرے لوگوں کو رائے زنی کا موقع دیں۔

اس مقام پر اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم دل سے چاہتے ہیں کہ اتحاد اور اتفاق ہو اور اس بنا پر میں نے ثابت کیا ہے کہ ہم نے ہمیشہ اتفاق کے لئے ایسی راہیں اختیار کی ہیں جن پر اگر عمل کیا جاتا تو وہ بہت ہی مفید اور مبارک ہوتیں۔ ہاں یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ یہ امر ہم کبھی بھی گوارا نہیں کرسکتے اور نہ کریں گے کہ ہمارے نبیوں اور رسولوں کی ہتک کیجاوے اور انپر ناپاک افترا کئے جاویں اور گندی گالیاں دی جاویں اور ہم چپکے سنتے رہیں اور پھر آگے بڑھکر مصافحہ کرنے کو آمادہ ہوں۔ ایسی بے حمیتی اور بے غیرتی سے ہم خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اگر ہماری ہمسایہ قوم نے اس پہلو میں اپنا رویہ نہ بدلا تو میں زور سے کہ سکتا ہوں کہ

جنگل کے درندوں اور وحشیوں سے صلح کرنا آسان ہے

مگر ان کے ساتھ نہیں ہوسکتی اس لئے کہ ان درندوں اور وحشیوں کی ایذارسانی جو صرف ہمارے جسم تک محدود ہے برداشت ہوسکتی ہے لیکن ان دل آزار تحریروں اور تقریروں کی تکلیف ناقابل برداشت ہے جن کو سنکر اور پڑھکر ملائکہ تک لرز جاتے ہیں۔ راستبازوں اور خدا کے برگزیدوں کی توہین اور انکی شان میں سب وشتم معمولی امر نہیں ہاں اگر یہ لوگ واقعی اتفاق اور اتحاد کی قدر کرنیوالے ہیں تو اپنی اخلاقی جرأت سے کام لیں اور علانیہ شایع کریں کہ ہم مسلمانوں کے مسلمہ نبیوں اور تمام نبوتوں کے جامع اور مصدق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالے کا راستباز برگزیدہ مامور تسلیم کرتے ہیں اور اس سے پہلے جسقدر تحریریں سب وشتم سے بھری ہوئی انکی طرف سے شایع ہوئی ہیں ان سب کو جلا دیا جاوے اور آیندہ کے لئے عہد موثق کیا جاوے کہ قطعاً کوئی ایسی تحریر شایع نہ کیجاوے گی تو کچھ شک نہیں صلح کی بنیاد پڑسکتی ہے اور اگر وہ ہماری نسبت ایسا اطمینان چاہیں تو ہم تو پہلے ہی سے ان اوتاروں اور بزرگوں کی عزت اور تکریم کرتے ہیں جیسا کہ اس مضمون میں بھی ظاہر کیا گیا ہے ہاں اپنے مذہب کی خوبیوں اور حقایق کے بیان کرنیسے کوئی کسی کو نہیں روکتا بلکہ ہم شوق سے خواہشمند ہیں کہ ہر شخص بیان کرے۔

بعض اخبارات میں میں دیکھتا ہوں کہ اس صلح کے مضمون پر گفتگو کرتے ہوئے گائے کی ذبیحہ کی بحث کیجاتی ہے جس کو اس مضمون سے کوئی تعلق ہی نہیں کیونکہ ہم فریقین کے خورد ونوش یا دوسرے حلال وحرام پر بحث اگر چھیڑی گئی تو یہ سلسلہ ایسا لمبا ہوگا جسکی حد نہیں اور پھر بیسیوں معاملات زیر بحث آئیں گے نہ لباس پر گفتگو ہوگی۔ یہ کیا فضول طریق ہے ہم کبھی کسی ہندو یا آریہ سے یہ نہیں کہتے کہ تم بھنڈی توری کیوں کھاتے ہو یا دھوتی کیوں پہنتے ہو۔ جو امور انکی شرع میں حلال اور جائز ہیں وہ کریں ہم ان سے تعرض نہیں کرتے یہ جدا امر ہے کہ اُن میں سے ہم کسیکو ناپسند کریں یا ناجائز سمجھیں نہ ہمارے ہمسایہ یقیناً یا درکھیں کہ مردار یا سؤر ہمارے ہاں حرام ہے اور اگر وہ سب کے سب (خدا نخواستہ) مردار خوار یا سور کھانیوالے ہو جائیں تو ہم کبھی اعتراض نہیں کرنے کے اور نہ اس کا ہمیں حق ہے کہ کسی کے کھانے پینے اور رہنے سہنے پر اعتراض کریں۔ اسیطرح انہیں کوئی حق نہیں کہ جو چیزیں ہمارے ہاں حلال ہیں انپر بحث کریں۔ گائے کا کھانا مسلمانوں کے مذہب میں حلال ہے اور جیسی گائے ویسی بکری وہ دونو کو حلال سمجھتے ہیں پھر اگر وہ کھاتے ہیں کھائیں۔ اس سلسلہ بحث میں پڑکر اور گائے کو درمیان کھڑا کرکے صلح اور اتفاق کے سلسلہ کو روکنا ہے پھر کل کو جینی کہیں گے کہ بکرا بھی نہ کھاؤ بلکہ بعض ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں کہ منہ پر کپڑا باندھو اور پاخانہ کو ایک لکڑی سے الگ کرکے اس کے کیڑوں کی حفاظت کرو۔

اس قسم کی راہ اختیار کرنا نرا تکلف اور خطرناک راہ اختیار کرنا ہے اور اصل مقاصد سے دور جا پڑنا ہے بہر حال میں اس سلسلہ میں مفصل بحث انشاء اللہ کرونگا لیکن اول یہ دیکھنا چاہیے کہ مجوزان اتحاد و اتفاق کیا کہتے ہیں؟

ایڈیٹر الحکم

منشی عبد الخالق صاحب احمدی کو اکبر نجیب آبادی ثم قادیانی کیطرف سے ایک خط

عبد خالق میرے بھائی خوش بیان — دے خدا ہر رنج سے تجھکو امان
الحکم میں نظم تیری دیکھکر — پھر گیا آنکھوں کے آگے وہ سماں
جسکا تھا تیرا مخالف شہر بھر — اور یہ عاجز تھا تیرا میہمان
تیرا استقلال اور ہمت تری — مجھکو سب معلوم ہے اے مہربان
گو کہ دشمن ہیں بہت تعداد میں — تیری سی ہمت مگر ان میں کہاں
سب یہ بزدل اور سب نامرد ہیں — شیر دل ان میں نہیں کوئی جوان
ڈر نہ جانا ان شغالوں سے کہیں — کیونکہ تو انمیں ہے اک شیر ژیان
سننے میں تجھپہ تو سننے دے اہیں — ہونگی غارت جتنے ہیں یہ بدزبان
جانفشانی سے نہ گھبرانا کبھی — کیونکہ ہے تو اک بہادر پہلوان
رائگاں فرزندی احمد نہ ہو — کچھ نہ دینا ہاتھ سے دونو جہان
دیکھ لیں گے ہم اسے مٹتے ہوئے — ہے یہ باطل کوئی دم کا میہمان
لے رضا کافی امام وقت کی — ہو بلا سے گر ہے دشمن اک جہان
شکر نعمت ہائے رب ذو المنن — کہ نہیں سکتی ادا میری زبان
ہم غلام انکے ہیں اب جس شخص کا — آستان ہے قبلہ گاہ راستان
ہے ہمارا باعث تسکین دل — بس یہی اک مہدی آخرزمان
مجھکو تو دیکھو کہ آبیٹھا ہوں میں — چھوڑکر اپنا وطن اور خاندان
ہے اگر شوق قدمبوسی تجھے — تو نہیں ہے دور کچھ دارالامان
بس چلا آ تو ادھر اٹھا ہوا — جان دوری سے اگر ہے نیمجان
دیکھلے آکر یہاں نور خدا — سہہ رہا ہے ہجر کی کیوں سختیان
ہیں بہت تشویش کی چالیس دن — ہے یہ فرمان امام انس وجان
بس دعائیں اور استغفار میں — چاہیے مصروف رہنا ہر زمان
دیکھیے ہے دیکھنا کیا کیا ابھی — کیا دکھاتا ہے ہمیں یہ آسمان
ایک لحظہ بھی نہ غفلت میں کٹے — دلمیں تیرے یاد حق ہو ہر زمان
اٹھکے پچھلی رات کو پیش خدا — تیری آنکھوں سے رہیں آنسو روان
کیا سنائے فکر سے بیتاب ہے — تیرا بھائی یعنی اکبر شاہ خان

وصیت نمبر ۱۱۰

۱- منکہ میاں فضل الدین ولد میاں غلام محمد قوم پٹھان ساکن [illegible] کا ہوں بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلاجبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۳۱ ماہ مئی ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

۲- میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

۳- یہ کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں ان ہدایات کا جو اس میں درج ہیں پابند ہوں اور ایسا ہی ہر ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا۔ جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا انکی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ کیطرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آیندہ شائع ہونگے۔ میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔

(۴) میری جایداد [illegible] بعمارت پختہ [illegible] تمام حدود اربعہ ذیل غرب کوچہ مشرق کوچہ [illegible] شمال مکان غلام رسول و فتح الدین صاحب جنوب ملک عالم خان و سرور شاہ صاحب واقع [illegible] قیمتی پانصد روپیہ اور [illegible] اس جایداد میں میرا کوئی شریک نہیں میں آج کی تاریخ سے اس جایداد کے [illegible] حصہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ میری یہ جایداد قیمتی [illegible] میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کیجاوے۔ اور انجمن مذکور کو اختیار ہوگا کہ [illegible] میرے مرنے کے بعد میری [illegible] اس جایداد کو الگ کر کے [illegible] اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت وصول کرے یا [illegible] وصیت کردہ جایداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے [illegible] وصیت کردہ جایداد [illegible] غیر احمدی۔ میری اس وصیت کردہ جایداد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میری جایداد وصیت کردہ کی قیمت آیندہ بڑھ جاوے تو اس کا مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد کوئی اور جایداد مذکورہ بالا جایداد کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جایداد [illegible] میری متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جایداد فاضلہ کے متعلق بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ حسب الارشاد حضرت اقدس کے بجائے ۱/۳ حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کیا ہے لہذا یہی ۱/۱۰ حصہ وصیت مذکورہ بالا فقرہ ۴ کی سمجھی جاوے گی۔ باقی فاضلہ جایداد کے مالک ورثا ہوں گے۔

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں دار الامان قادیان میں پہنچائی جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

(۷) اور میری یہ بھی وصیت ہے کہ چونکہ میں عمر رسیدہ قریباً ہفتاد برس کا ہوں اور [illegible] کام کرنے کے نہیں اور میرے نان نفقہ کے بھی میرے ورثا ذمہ دار ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بخشی تو وہ میری نعش کو قبرستان موصوف میں پہنچاوینگے اور امید کرتا ہوں کہ وہ بشرط توفیق کے پہنچاوینگے۔ ورنہ نہیں تو انجمن مذکور کو اگر اللہ تبارک تعالیٰ جرأت و ہمت بخشے تو پہنچاوے ورنہ خیر۔

(۸) میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاءً لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آیندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جایداد کے متعلق کی ہے جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ و ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہے گی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے۔

(۹) اس کا ذکر فقرہ ۸ میں مفصل ہو چکا ہے ایسا ہی سمجھا جاوے کہ جیسا فقرہ مذکورہ میں کیا گیا ہے۔ لہذا یہ وصیت نامہ ابتغاءً لوجہ اللہ لکھدیا ہے کہ سند ہووے تحریر بتاریخ ۳۱ مئی ۱۹۰۶ء

گواہ شد

ملک عالم خان نمبردار و رئیس خوشاب — العبد ـ مولوی فضل دین ولد غلام محمود

گواہ شد — غلام رسول ولد محمد دین قوم پٹھان خوشاب

بقلم محمد بخش ساکن سرگودھا مقام خوشاب

وصیت نمبر ۱۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

۱- منکہ الٰہی بخش ولد رحیم بخش قوم قریشی ساکن قصبہ امرتسر کٹڑہ اہلووالیہ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلاجبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۸ مئی ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

۲- میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

۳- میں اقرار کرتا ہوں کہ رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا۔ جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا انکی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن کے متعلق شائع ہوئے یا آیندہ شائع ہونگے میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔

(۴) میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے ایک مکان بعمارت پختہ جس کی چار کوٹھڑیاں منجملہ ان کے ایک کوٹھڑی سہ منزلہ اور تین کوٹھڑیاں دو دو منزلہ معہ صحن و ڈیوڑھی نمبری خانہ شماری ۱۷۱۸ واقعہ امرتسر کٹڑہ اہلووالیہ متصل طویلہ خان محمد شاہ جس پر میرا مالکانہ قبضہ ہے اور قیمت اس مکان کی اس وقت تخمیناً دو ہزار پانسو روپیہ ہے۔ اور علاوہ اس کے متفرقہ مال تجارتی پشمینہ وغیرہ ہے۔ جو قریباً اڑھائی ہزار روپیہ کا ہے یہ کل جایداد پانچہزار روپیہ کی ہوئی اور اس جایداد میں میرا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے محض ابتغاءً لوجہ اللہ اس جایداد میں سے دسویں حصہ کی

وصیت کرتا ہوں جو مبلغ پانچسو ۵۰۰ روپیہ ہے۔ میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سُپرد کی جاوے۔ انجمن مذکور کو اختیار ہوگا۔ میرے مرنے کے بعد اس جایئداد کو میری بقیہ جایئداد سے الگ کرے۔ یا اُس میں شامل رہنے دے وہ اُس کو فروخت کرکے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اُس وصیت کردہ جایئداد سے مفاد اُٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جایئداد کی مالک متصور ہو۔ میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہو میری اس وصیت کردہ جایئداد سے کوئی تعلق نہیں اگر میری جایئداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اُس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

۵۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں کوئی اور جایئداد مذکورہ بالا جایئداد کے علاوہ پیدا کروں۔ یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جایئداد ماسوائے جایئداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جایئداد فاضل کے متعلق میری یہی وصیت ہے جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ میں کیا ہے۔ میں ایسی جایئداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا۔

۶۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ حضرت مسیح موعود یا احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں یا آئندہ شائع ہونگے دارالامان قادیان میں پہنچائی جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سُپرد کیجاوے۔

۷۔ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنیکے متعلق جسقدر اخراجات ہوں اُن اخراجات کی متکفل میری یہ جایئداد وصیت کردہ جسکا ذکر پیشتر فقرہ چہارم و پنجم میں کیا ہے ہرگز نہیں ہے۔ ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اندازہ کرکے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر دونگا۔ جسکا اعلان مجلس مذکور کیطرف سے میں کرا دونگا اور اگر ان اخراجات کیلئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نکر سکا۔ اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ آئندہ اخراجات سے کم ہو تو میری دیگر متروکہ جایئداد جس میں یہ وصیت کردہ جایئداد شامل نہ ہوگی اُن اخراجات کی متکفل ہوگی۔ اور میرے ورثاء ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہونگے۔ جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے۔ اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگے۔

۸۔ یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاءً لوجہ اللہ بیان کی ہے۔ اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جایئداد کے متعلق کی ہے اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ و ۵ میں کیا گیا ہے۔ درست اور قائم رہیگی لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپردازان مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جاسکتی ہے۔

۹۔ یہ کہ اگر حسب فقرہ نمبر ۸ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرایا جائیگا یا میری دیگر متروکہ جایئداد سے وصول ہو سکتے اسکو بھی منجملہ

کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثاء کو نہ ہوگا بلکہ مجلس کو ہوگا۔ فقط

گواہ شد ـــــــــ
بقلم الٰہ بخش ولد امیر بخش رفوگر

گواہ شد ـــــــــ
خدا بخش ولد رحیم بخش رفوگر بقلم خود

العبد ـــــــــ
نبی بخش بقلم خود

گواہ شد ـــــــــ
بقلم خود غلام محمد ولد نبی بخش

نویسندہ این وصیت نامہ بندہ خاکسار عباد اللہ احمدی امرتسر

وصیت ۱۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت جناب سکرٹری صاحب مجلس کارپرداز مصالح قبرستان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

۱۔ میں مسمی غلام قادر ولد فخر الدین قوم کشمیری ساکن سیالکوٹ تحصیل و ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۳۰ جون ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔ ۱۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ ربہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور اُن کا مرید اور پیرو ہوں۔

(۲) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں اُن تمام ہدایات کا جو اس میں درج ہیں پابند ہوں اور ایسا ہی میں اُن تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہونگا جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا اُن کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ کیطرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ شائع ہونگی میں اُن تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثاء میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط انجمن مذکور کے بمعاملہ وصیت ہذا میں پابند رہیں گے۔

۴۔ اس وقت سوائے تنخواہ ماہواری کے جو فی الحال مجھے ۶ روپیہ ملتی ہے اور جایئداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے قبضہ میں نہیں ہے سو اس کی نسبت میں موجودہ آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ دیتا رہوں گا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ کے بعد میں کوئی اور جایئداد پیدا کروں یا میرے مرنیکے بعد کوئی جایئداد میری متروکہ یا مشترکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جایئداد کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے کہ میرے مرنیکے بعد اسکا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے۔ انجمن مذکور کا اختیار ہوگا کہ میرے مرنیکے بعد اس جایئداد کو میری بقیہ جایئداد سے الگ کرے یا اسمیں شامل رہنے دے وہ اسکو فروخت کرکے اسکی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جایئداد سے مفاد اُٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے۔ غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جایئداد کی مالک متصور ہو۔ میرے کسی وارث کو خواہ احمدی ہو یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جایئداد سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اگر میری جایئداد وصیت کردہ بڑھ جاوے تو اسکی مالک بھی انجمن مذکور ہی ہوگی۔ میں اس جایئداد کی انجمن مذکور کو وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہونگا۔

۶۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنیکے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہوں تو احمدی جماعت میری نعش کو ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکے ہیں یا آئندہ شائع ہونگی دارالامان قادیان میں

پہنچائی جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔
۷۔ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز اور تکفین اور میری نعش کو قادیان میں پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جسقدر خرچ اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری یہ جائیداد وصیت کردہ نہیں کا ذکر میں نے فقرہ ۴ و ۵ میں کیا ہے ہرگز نہیں ان اخراجات کا حسب منشورہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اندازہ کرکے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر دونگا جس کا اعلان مجلس مذکور کی طرف سے میں کرا دونگا۔ اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی۔ تو میری دیگر متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد شامل نہ ہوگی ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے ورثاء ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے جو میری روح کی نجات کا باعث ہوں گے اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو جائز ضروری اور شرعی سمجھینگے۔

۸۔ میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں نے یہ وصیت صرف انتخاراً لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہوسکی تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے اور جسکا ذکر فقرہ ۴ و ۵ میں لکھا گیا ہے درست اور قائم رہے گی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا۔ کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی پوری پوری سعی فرمائی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کیجاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کیجا سکتی ہے۔

۹۔ یہ کہ اگر حسب فقرہ ۸ میں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہوسکی۔ تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہوں گا۔ یا میری جائیداد منذکرہ سے وصول ہوئے تھے اُن کا وصول کرنا اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثاء کو نہ ہوگا۔ بلکہ مجلس کو ہوگا۔ فقط

گواہ شد۔ محمد سرور شاہ مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔

العبد۔ غلام قادر

گواہ شد۔ شیر علی عفی اللہ عنہ۔ ہیڈ ماسٹر۔ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

۲۶ جون ۱۹۰۶ء

وصیت نمبر ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

منکہ شیخ رحمت اللہ ولد شیخ عبد الکریم صاحب قوم شیخ قانونگوئے ساکن گجرات حال لاہور و شملہ کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۲۔ اپریل ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں تاکہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔ میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح الزمان مہدی دوران کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور مرید اور پیرو ہوں میں رسالہ الوصیت جو حضرت مرزا صاحب ممدوح کی جانب سے ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے پڑھ لیا ہے۔ میں اُن تمام ہدایات و ضوابط اور قواعد کا پابند رہوں گا جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ و السلام کی طرف سے یا اُن کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض مذکور کے متعلق شائع ہوئے ہیں یا آئندہ شائع ہونگے میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد اُن تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط منشترہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔ میری جائیداد الگنش ویر ہوس ایریال لاہور و شملہ میں ہے اور اراضی جو ایریال دہالی متعلقہ لاہور بر شیخ محبوب علی مالک بمبئی ہوس سے مشترک ہے اور جسکا میں بلا شراکت غیری واحد مالک ہوں نیز میرے خود پیدا کردہ ہے۔ میں آجکی تاریخ اس جائیداد کے ثلث حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد مذکورۃ الصدر جو اس وقت ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی قیمت کی ہے میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اسی میں شامل رہنے دے۔ یا وہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے اور وصیت کردہ جائیداد سے فائدہ اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہوگی۔ میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہو۔ میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ میری وصیت کردہ جائیداد کی اگر قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہی ہوگی۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ سے تا انتقال میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو ایسی ہی جائیداد پیدا کردہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔
میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں انتقال نہ کروں تو بپابندی قواعد انجمن احمدیہ قادیان میری نعش دارالامان میں پہنچا کر مجلس کارپردازان مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

العبد۔ رحمت اللہ بقلم خود

گواہ شد۔ نور الدین قادیان ضلع گورداسپور

گواہ شد۔ محمد علی قادیان ضلع گورداسپور

حضرت مسیح موعود کا حکم طاعون زدہ علاقوں کے احمدیوں کیواسطے

یکم اپریل ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت اقدس ہمہ خدام باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے راستہ میں عاجز راقم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اخبار میں چھاپ دو اور سب کو اطلاع کر دو کہ یہ دن خدا تعالیٰ کے غضب کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار مجھے بذریعہ وحی فرمایا ہے۔ کہ غضبت غضباً شدیداً۔ آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے اور چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے میں اپنی جماعت کیواسطے خدا تعالیٰ سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔ مگر قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھو حضرت نوحؑ کا طوفان سب پر پڑا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد عورت اور بچے کو اس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوح کا دعوے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔ جہاں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں لیکن ہر ایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ کافر جہنم کو گیا اور مسلمان شہید کہلایا۔ ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں

(باقی)

تمیز قائم رہے لیکن جماعت کے آدمیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جاوے سب سے اول حقوق اللہ کو ادا کرو۔ اپنے نفس کو تمام جذبات سے پاک رکھو۔ اسکے بعد حقوق عباد کو ادا کرو۔ اور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ اور تضرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے رہو اور کوئی دن ایسا نہ ہو جس دن تم نے خدا کے حضور رو کر دعا نہ کی ہو۔ اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔ جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اس کو خالی کر دو۔ اور جس محلہ میں طاعون ہو اس محلہ سے نکل جاؤ۔ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ۔ جو تم میں سے بتقدیر الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جاوے اسکے ساتھ اور اسکے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو اور اس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنے نہیں کہ اسکے زہریلے سانس یا کپڑوں سے متاثر ہو جاؤ۔ بلکہ اس اثر سے بچو۔ اسے کھلے مکان میں رکھو اور جو خدانخواستہ اس بیماری سے مر جائے وہ شہید ہے اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے اس کے وہی کپڑے رہنے دو۔ اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اس پر ڈال دو اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اسکے ارد گرد جمع نہ ہوں حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اسکے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو۔ مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لیجاویں اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جاوے۔ خدا کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔

اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں برا کہیں گے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لو گے کہ آخر کار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کرتے ہیں خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔

مکرر یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے اسکو بلا توقف چھوڑ دو کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مرا ہو اور حتی المقدور مکانوں کی چھتوں پر رہو نیچے کے مکان سے پرہیز کرو اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو نالیاں صاف کراتے رہو سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا کے ساتھ پوری صلح کر لو۔

حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" تمام دوست مرد اور عورت جو مقدرت رکھتے ہیں ایک ایک جلد خرید فرماویں اور نیز آریوں کے درمیان مفت تقسیم کرنے کے واسطے خریدی جاوے کیونکہ یہ کتاب غلطی کے سبب ساری کی ساری ہر دو اخباروں میں یک دفعہ چھپ گئی ہے اور جس دوست کی ملکیت میں وہ کتاب ہے اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کتاب دفتر بدر سے مل سکتی ہے۔ قیمت ۴؍ ہے۔

پچیس روزہ روشن نشان

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت نمائی ہے کہ اب کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جو اللہ تعالیٰ کے موعود خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر نہیں ہوتا آسمان اس قدر قریب ہو گیا ہے کہ اسکا بیان نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی جو اس کے مرسل پر اتر رہی ہے حیرت انگیز پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور اب اس زور سے یہ سلسلہ جاری ہو رہا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ

پچیس دن یا یہ کہ پچیس دن تک

یہ وحی الحکم۔ بدر۔ میگزین میں قبل از وقت شائع کی گئی اور اس کی جو تشریح حضرت اقدس نے خود فرمائی وہ بھی ساتھ ہی ان الفاظ میں چھاپ دی گئی۔ "اور پچیس دن کے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ ۷ مارچ سے پچیس دن پورے ہونے کے سر پر یا ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک کوئی واقعہ ظاہر ہوگا اور ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے جب تک کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن گذر نہ جاویں یا یہ کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا۔ اگر صرف پچیس دن کے لحاظ سے معنے کئے جاویں تو اس طور سے ضرور ہے کہ اس واقعہ کے ظہور کی یکم اپریل سے امید رکھی جاوے کیونکہ الہام الٰہی کے رو سے ساتویں مارچ پچیس دن کے شمار میں داخل ہے اس صورت میں پچیس دن مارچ کی اکتیس تاریخ تک پورے ہو جاتے ہیں تو اس طور پر پیشگوئی کے ظہور کا مہینہ اپریل ٹھیرتا ہے مگر یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جسکی پیشگوئی کی گئی ہے اسکا ہم اسوقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے بجز اسکے کہ یہ کہیں کہ کوئی **ہولناک یا تعجب انگیز** واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو جائے گا۔" یہ وہ تشریح ہے جو خود حضرت حجۃ اللہ نے فرمائی اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعہ **تعجب انگیز اور ہولناک ہے**۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو چار بجے کے قریب اس کا ظہور ہو گیا جو ایک روشن ستارہ کی صورت میں قریباً ملک پنجاب کے ہر حصہ میں نظر آیا۔ اسکے **متعلق** سینکڑوں خطوط مختلف حصص سے آئے ہیں۔ اور روز روشن میں اس کا ظہور ہوا ہے۔ چونکہ یہ تفصیلی بحث چاہتا ہے اس لئے مبسوط طور پر اس نشان کو اگلی اشاعت میں لکھا جاویگا۔ اسوقت صرف بطور اطلاع یا خبر یہ نوٹ درج کر دیا ہے کہ وہ **پچیس روزہ** نشان عین وقت پر ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو **ایک روشن شہاب** کی صورت میں نمودار ہوا جسکو ہر دوست دشمن چھوٹے بڑے نے دیکھا اور بالاتفاق اسکو تعجب انگیز ظاہر کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس نشان کو قبل از وقت خدا کے مسیح کے منہ سے

[illegible] نقائج کے [illegible] خاطر [illegible] تمام [illegible] اور ذکر [illegible] کی جہانگ [illegible]

یاقوت مروارید مرجان
یشب کہربا کستوری زعفران

وغیرہ وغیرہ مشہور جواہر لعزیز مرکب

روح کی ایک لطیف غذا ہے۔ مردہ دلوں میں ایک نئی زندگی بخشتا ہے۔ جوانی کی روح بڑہانے کی جان

مفرح عنبری — مفرح عنبری — مفرح عنبری

یا شافی — یا کافی

وزن فی ڈبیہ دو تولہ

قیمت — قیمت — قیمت

فی ڈبیہ پانچ روپیہ (صہ/) — تین ڈبیہ تیرہ روپیہ (سہ۱۳/) — ایک درجن (صہ۵ /)

مفرح عنبری [illegible] خدا تعالیٰ کا احسان و کرم ہے وہ تمام خوبیاں جو [illegible] کے لیے [illegible] کا فضل ہے۔ چونکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں مفرح عنبری کا تجربہ [illegible] ہو چکا ہے اسلئے اس کی تعریف [illegible] اس اشتہار میں گنجایش نہیں جسقدر روپیہ خرچ کر کے میرا تجربہ ہوا ہوں مفرح عنبری جیسا [illegible] اس کی ایک خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سرور انتشار [illegible] اور روح ظاہری و باطنی تیز و روشن ہو جاتی ہے [illegible] اور تقویت اور تفریح پہنچتی ہے گویا غذا اور خالص [illegible] ضعف دل [illegible] خیالی وغیرہ کیلئے ایک بے بہا قابل اعتماد تریاق ہے۔ مفرح عنبری کے استعمال [illegible] دوسری ادویات کیطرح عارضی نہیں ہوتا [illegible] جو دماغ گردوں اور جگر کے فعل میں کمی واقع ہو [illegible] وہ اسکے استعمال سے جاتی رہتی ہے۔ مفرح عنبری جنکے استعمال میں [illegible] اندیشی یا غلط کاری عیاشی۔ کثرت محنت دماغی رنج و فکر وغیرہ سے ضعف آجائے اور جسم میں [illegible] واقع ہو انکے لئے مفرح عنبری ایک اکسیر کا کام دینے والا بے نظیر مرکب ہے۔ مفرح عنبری وہ جوہر ہے جو دماغی سوزش اور تکان کو بفضلہ تعالیٰ آرام دیتا ہے۔ [illegible] امیروں۔ وزیروں۔ نوابوں۔ رئیسوں۔ جاگیرداروں۔ ججوں۔ وکیلوں۔ تصنیف کرنے والوں۔ مدرسوں۔ پولیس و فوجی عہدہ داروں اور بالخصوص کالجوں کے طلباء جنکو صحت کی قدر ہو [illegible] کے ساتھ [illegible] گھبراہٹ یا تکان محسوس ہوتی ہے ایک خوراک منہ میں رکھلی پھر تر و تازہ ہو کر [illegible] کام میں لگ گئے۔ آزمایش شرط ہے۔ مفرح عنبری [illegible] اور [illegible] ترقیات کا جواہرات کا مرکب ہے اسلئے تمام وبائی امراض یا موسموں یا ان جگہوں میں جہاں طاعون ہیضہ پھیلا ہوا ہے یا اندیشہ ہو خدائی کرم کی فرمانبرداری کیساتھ استعمال ہر زن و مرد خورد و کلاں کیلئے واجب اور لازمی ہے۔ حفظ ما تقدم کے طور پر اس سے بڑھکر دوسری دوائی کا ملنا محال ہے۔ مفرح عنبری حکام اور ڈاکٹران کی خدمت میں تو آپکی اظہار کی ضرورت نہیں وہ تو اجزاء ہی ان سب باتوں کو سمجھتے ہیں کہ کس مرض اور کس موقعہ پر مفید ہو سکتی ہے جنرل پبلک کی اطلاع کیخاطر عرض کیجاتی ہے کہ جن مستورات کو اسقاط حمل کا عارضہ ہو یعنی جنکا دوسرے تیسرے مہینے کا حمل ساقط ہو جاتا ہو اور جن مستورات کو کثرت طمث یعنی ایام ماہواری میں کثرت سے خون جاری کا مرض ہو اور زیادہ خون کے نکل جانے سے ردی حالت ہوگئی ہو یا کمی امداد کے باعث [illegible] درد کے ہر ماہ تکلیف کا سامنا ہوتا ہو انہیں بلا تردد بلا تامل فوراً اسکو منگوا کر استفادہ حاصل کرنا چاہیئے۔ مفرح عنبری سے وہ لوگ بھی بفضلہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مبتلائے سل و دق ہوں۔ یا جنکے دماغ بیمار ہو [illegible] خونی بواسیر یا تھوک کے ساتھ خون کا آنا کسی وقت شروع ہو گیا ہو یا کسی اندرونی ناگفتہ بہ مرض سے قویٰ مضمحل ہو گئے ہوں مفرح عنبری وہ عجیب و غریب مرکب ہے جس کے استعمال سے نزلہ زکام کافور دماغی طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ اعصابی طاقت میں روز افزوں ترقی ہو کر دلمیں سرور چہرہ سرخ و پر نور ہو جاتا ہے۔

سرٹیفکٹ ملاحظہ ہوں

خان بہادر عالیجناب مولوی سید محمد حسین صاحب وزیر اعظم ریاست کہیر گڈہ ضلع رامپور سے عنایت فرمائی حکیم صاحب اسلام مسنون آپ ایک ڈبیہ مفرح عنبری کی خان بہادر مولوی محمد حسین صاحب وزیر اعظم ریاست کہیر گڈہ نے منگائی تھی اُن کی تجربہ سے بھی مفرح عنبری بہت مفید ثابت ہوئی آپ مہربانی کر کے ۳ ڈبیہ اور خانصاحب موصوف کے نام جسقدر جلد ممکن ہو ویلیو ایبل روانہ فرمایئے (دستخط) سید بخشش محمد پرائیویٹ سکرٹری

عالیجناب خان بہادر عبد المجید خان صاحب رئیس اعظم بدرستی تحریر فرماتے ہیں۔ مفرح عنبری کی چند ڈبیہ استعمال کرنیکے بعد اسکے فوائد مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں آپکو اطلاع دوں۔ [illegible] مفرح عنبری ایک [illegible] کہ [illegible] اس [illegible] سال کے عرصہ میں کبھی تحریر [illegible] خیال [illegible] کیواسطے یکساں فائدہ ہے اور آپ جسقدر [illegible] دوائی کی ایجاد پر فخر کریں بجا ہے صرف اسکی دوائی بموجب اشتہار ثابت ہوئی۔

عالیجناب رائے کالی پرشاد صاحب متعلقہ دار ویمیس بانداکی انگریزی چٹھی کا ترجمہ۔ ڈیر سر! مینے آپکی ایجاد کردہ مفرح عنبری کی ایک ڈبیہ استعمال کی ہے میں نہایت خوشی سے اس کے مفید ہونیکی تصدیق کرتا ہوں۔ دو سال کی بگڑی ہوئی صحت مجھے اس کے استعمال سے واپس ملی ہے۔ مہربانی کرکے ایک ڈبیہ ویلیو پے ایبل لالہ سکھن لال کے نام روانہ فرماویں۔

عالیجناب نواب عبد المجید خان صاحب بہادر برادر جناب نواب صاحب بہادر [illegible] حکیم صاحب آپکی مفرح عنبری [illegible] ہیں بیان سے باہر ہیں۔ فی الواقع نہایت عمدہ چیز ہے [illegible] مہربانی چھ ڈبیہ بذریعہ وی پی جلد ارسال فرماویں۔

[illegible]

المشتہر حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری مالک کارخانہ رفیق الصحت لاہور حویلی کابلی مل

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شایع ہوا۔

قادیانی آریوں کی طاعونی موت! آریہ سماج میں ماتم!! الحق کی نمایاں فتح اور الباطل کی خطرناک شکست

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی * فسبحان الذی اخزی الاعادی

اللہ تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی تکذیب اور استہزاء اور سب و شتم کبھی مبارک اور مفید نہیں ہوا۔ یہ وہ چٹان ہوتی ہے کہ جس سے ٹکرانے والا ہمیشہ پاش پاش ہو کر رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ اس امر کی روشن شہادت ہے۔ جو لوگ تاریخ کے پچھلے ورق الٹنے کی تکلیف گوارا نہ کریں وہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفوں اور دشمنوں کے انجام پر نظر کریں اور اس سے سبق حاصل کریں۔

اس وقت میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں اس تازہ واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو یہاں قادیان میں ظاہر ہوا۔ اور جو آریہ سماج میں ایک تھرا دینے والا ماتم پیدا کرے گا۔ کیونکہ قادیان کی آریہ سماج ہمیشہ ایک اہم اور وسیع سماج سمجھی گئی ہے مگر میں آریوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سماج جس قدر ان کے نزدیک اہم ہے اسی قدر آریہ سماج کے لئے منحوس ہے کیونکہ پنڈت لیکھرام مقتول آریہ مسافر اسی سماج کی بدولت خدا کے مرسل کے مقابلہ میں آیا اور راستبازوں کے سردار اور تمام نبوتوں کی جامع اور مصدق صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیوں کی وجہ سے بے باک ہو کر احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام مگر خدا کے مامور و مرسل مہدی سے نشان دیکھنے پر اڑا اور آخر اس نے وہ خونی نشان دیکھا جو آریہ سماج کو کبھی نہیں بھولے گا۔ اس نشان کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ کم از کم قادیان آریہ سماج (جس کے دو ممبروں ملاوامل اور شرمپت نے کئی نشان دیکھے تھے) ہنسی ٹھٹھے سے باز آ جاتی مگر یہ لوگ خدا کے قائم کردہ سلسلہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنی شوخیوں اور شرارتوں میں بڑھتے گئے اور انہوں نے پنڈت سومراج ایک مدرس کی خدمات مستقل طور پر اس غرض کیلئے حاصل کیں کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس پیشوا کی شان میں گستاخیاں اور شوخیاں کرتا رہے اس نے مختلف طریقے اختیار کئے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلے۔ اور اپنی محنت سے دو چار بے باک نوجوانوں کو ساتھ ملا کر اور بھی شوخی اختیار کی۔ پہلے ایک سکول کھولا تا کہ تعلیم الاسلام سکول کو نقصان پہونچائے مگر خدا نے اسکو نامراد رکھا۔ پھر جلسوں کا ڈھنگ ڈالا۔ اور یوگندر پال جیسے گستاخ اور زبان دراز کو بلا کر گالیاں دلوانا اپنا شیوہ اختیار کیا لیکن جب گورداسپور کے مدبر و دقیقہ رس حکام نے اس بدزبان سادھو کو ضلع گورداسپور میں تقریریں کرنے سے روک دیا تو قادیان سماج کے جلسہ کا بھی خاتمہ ہوا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے کہ سومراج اور اسکا بے باک شاگرد اچھر چند سلسلہ حقہ کی مخالفت میں کیا کیا منصوبے اور تدبیریں کرتے رہے اور سماج کے دوسرے ممبر انکی ہاں میں ہاں ملا کر انکی مدد کرتے رہے اور اسکو انشاء اللہ کسی وقت مفصل لکھیں گے۔ بالآخر انہوں نے یہ سوچا کہ ایک خاص اخبار سلسلہ حقہ کو بدنام کرنے اور اس کے مقدس پیشوا اور امام کی ہتک کرنے کیلئے جاری کرنا چاہئے تاکہ روک ٹوک کسی طور رک سکا کہائے مجتہد ر والا مضمون بھی صحیح ہو اور فطرتی مخالفت اور عداوت کا اظہار بھی ہوتا رہے۔

اس کیلئے ضرورت تھی روپیہ کی وہ تین اور آدمیوں کو بھی گانٹھ لیا جن میں ایک سرکاری ملازم بھی ہے اور جب یہ راز ظاہر ہوگا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس نے اس اخبار کے اجرا اور شرکت سے کیا فائدہ اٹھایا اور کہاں تک اس نے اپنے فرائض منصبی اور قانونی ذمہ واریوں کی پروا کی ہے۔ اور قادیان سے ایک اخبار جاری کر دیا جس کے مقاصد میں "قادیانی مذہب کے صحیح حالات درج کرنا" داخل کیا اس فرض کو اس نے کس رنگ میں ادا کیا اور پبلک کو کیا بتایا یہ بھی ایک جدا مضمون ہے۔ بہر حال سومراج اس اخبار کا ایڈیٹر مقرر ہوا اور اچھر چند اس کا منیجر۔ جس قسم کی بے دینی اور شوخی اس اخبار کے ذریعہ انہوں نے ظاہر کی وہ کسی قدر تفصیل سے انشاء اللہ ظاہر کر دی جاوے گی مگر یہ مسلّم امر ہے کہ انہوں نے گالیوں اور گستاخیوں میں حد کر دی۔ اور اپنے زعم میں انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ مگر باوجود اسکے بھی وہ نامراد رہے۔ اخبار کی ترقی تو اس سے ظاہر ہے کہ پانچسو سے زیادہ خسارہ تو پہلے ہی سال میں ہوا۔ پھر انہوں نے محض خیالی امید و نیز پر بالنسبتہ باندھکر ٹاکر کی راہ لی اور مختلف طریقوں سے آریوں کو اکسایا کہ ہماری مدد کرو۔ اور آریہ سماج کی لاج رکھو مگر کسی نے نہ سنا تھا نہ سنا انہیں خیال تھا کہ ٹاکر کی آب و ہوا ہی راس آ گئی مگر وہ الٹی دشمن جان ثابت ہوئی۔ یہ پھر بھی الحکم کے ناظرین کو معلوم ہے کہ آجتک انکے اخبار کا کبھی ہم نے نوٹس نہیں لیا اور ہمیشہ سے سلسلہ حقہ کی کھلا دیقین کیا اسکے لئے ہی انہوں نے عجیب عجیب حیلوں سے چاہا کہ بھڑکا کر کیا جاوے۔ زبانی پیغام انہوں نے دیئے۔ خود آکر بھی کہا۔ دلالوں سے بھی کام لیا۔ آخر گالیاں دیں۔ ذاتیات پر بے سروپا بہتان لگائے۔ مقامی حکام کو برانگیختہ کرنے کیلئے ایک خطرناک افواہ گھڑ لی۔ ایڈیٹر الحکم کی خیالی دھمکیاں شائع کیں غرضیکہ جو طریق ممکن تھا انہوں نے اختیار کیا۔ پوری نامرادی کے بعد آخر جب انکی بے باکیوں اور شوخیوں کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو انہوں نے سالانہ جلسہ کی حضرت اقدس کی ایک تقریر پر اپنی گستاخیوں کا آخری نمونہ دکھایا۔ چونکہ اس میں سلسلہ حقہ کے نشانات پر حملہ تھا حضرت حجۃ اللہ نے اس پر توجہ کی اور ایک رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم شائع کر دیا جس میں جابجا یہ تحدی کی کہ اب اللہ تعالیٰ انکو بے سزا نہ چھوڑیگا۔ اور اس میں ایک عظیم الشان نشان کے ظہور کی بھی خبر دی جن لوگوں نے اس رسالہ کو پڑھا ہے وہ خوب واقف ہیں اور زیادہ تفصیل وہ اگلی اشاعت میں دیکھ لیں گے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے ظاہر کر دیا کہ عنقریب انپر عذاب آنیوالا ہے جیسا کہ الحکم اور بدر اور ریویو میں متعدد الہامات شائع ہو چکے ہیں جنکو میں تفصیلی مضمون میں انشاء اللہ لکھونگا بعض یہ ہیں (۱) دعنی اقتل من اذاک - ان العذاب مربع ومدور۔ ترجمہ مجھے چھوڑ تا میں اس شخص کو قتل کروں جو تجھے ایذا دیتا ہے۔ دشمنوں کیلئے عذاب ہر چہار طرف سے ہے اور گرد گرد گھیرے ہوئے ہے (۲) انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم واعطیک ما یدوم۔ (۳) ہر ایک جو خلق زاد عیب گیر کو لعنت ہے (۴) من الناس والعامۃ یعنے طاعون خاص لوگوں میں بھی پڑیگی اور عام لوگوں میں بھی۔ (۵) ربنا افتح بیننا وبینھم - اعجبتم ان تموتوا ترجمہ یہی کہ اے خدا ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں فیصلہ کر۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تم موت کا شکار ہو جاؤ (۶) مت ایھا الغوان مر اے بڑے خیانت کرنیوالے تمت کلمۃ اللہ (۷) احترطنا سیفہ۔ ہم نے اسکی تلوار کو کند کر دیا۔ اس قسم کے بہت سے الہامات ہیں جو دشمنوں اور مخالفوں کے لئے ان کے انجام کی

(باقی)

خبر دیتے ہیں اور جن کے یہی مصداق ہیں۔ علاوہ بریں اس شخص سومراج نے اپنے اخبار میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے الہام واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض پر ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۹ پر بڑی ہنسی اڑائی۔ اور لکھا کہ (ترجمہ) اور جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہو وہ زمین میں ٹھہر جگی مسیحی تفسیر یعنی جو انسان خلقت کو فائدہ پہونچانیوالی ہیں انکو زندگی عطا کیجاویگی۔ چلو آپ تو اپنے متواتر الہاموں سے بنا عنقریب انا للہ وانا الیہ راجعون تلاش چکے ہیں اسلئے ہم سمجھ لیں گے کہ آپ خلق خدا کو نقصان پہونچانیوالے تھے جو اٹھائے گئے۔" ناظرین اس حقیقت کو یاد رکھیں گویا سومراج (خاک بدہنش) حضرت حجۃ اللہ کی موت کی پیشگوئی کرتا ہے لیکن انجام کیا ہوتا ہے۔ ان بدزبانیوں اور شوخیوں سے آخر جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قبل از وقت ظاہر کر دیا ہے ویل لکل همزة لمزة یعنی ہر ایک چغلخور اور عیب گیر پر لعنت ہے حضرت اقدس کی تحریر دیکھیں لعنت کا مفہوم طاعونی موت ہی ہے بس ضروری تھا کہ سومراج اور اسکا بے باک و شوخ معاون طاعونی موت سے ہلاک ہوں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسی سال کے فروری مہینے میں اچھر چند منیجر اخبار و سکرٹری آریہ سماج قادیان نے مجھے (ایڈیٹر الحکم) سے ایک گفتگو کے دوران میں جسکے گواہ موجود ہیں یہ تحدی کی تھی کہ میں طاعون سے کبھی نہیں مرونگا اور اسکو جواب میں نے یہ دیا تھا کہ تو ضرور طاعون سے مریگا اور اس تحدی کی بنا یہ تھی کہ میں نے اسکو ان بیہودگیوں پر ملامت کی تھی جو وہ کرتا رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے نشانوں کو تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کیا انسانی طاقت کے اندر ہے کہ وہ تیس پینتیس سال پہلے جب اسے کوئی نہیں جانتا تھا یہ کہے کہ میں کل دنیا میں مشہور ہو جاؤنگا۔ اور دور دراز سے لوگ میرے پاس بہت کثرت سے آئینگے اور کثیر التعداد میں آئینگے اور پھر اسیطرح ایک بیس برس کے بعد وقوع میں آجاوے۔ انسان کو تو ایک دم کی خبر نہیں پھر کیا کسی انسان میں یہ طاقت ہے کہ وہ یہ کہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ میں طاعون سے محفوظ ہونگا اور نہ صرف میں بلکہ وہ لوگ بھی جو میرے دار میں ہیں اور پھر اس مقابلہ کے لئے سب کو کہا گیا کہ کوئی عیسائی یا آریہ ایسی تحدی کرے میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر طاعون کے کیڑے بھی حضرت کے وجود میں چلے جائیں تو وہ کیڑے ہلاک ہو جائینگے مگر حضرت کا وجود محفوظ رہیگا کیونکہ وہ آیت اللہ ہیں اور خدا نے یہی وعدہ کیا ہے۔ اسپر اچھر چند نے نہایت بے باکی سے کہا کہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ میں طاعون سے نہیں مرونگا جسپر میں نے اسے کہا کہ تو یقیناً مریگا + اسطرح ان دونو شخصوں نے نہ صرف اپنی شوخیوں اور بے باکیوں کی وجہ سے اپنا پیمانہ لبریز کر لیا تھا اور خدا تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا دیا تھا بلکہ مباہلہ کے رنگ میں بھی وہ اس قابل تھے کہ خدا کے عذاب کا مزہ چکھیں اور جسم تلخ کامی سے انہوں نے اس عذاب کا مزا چکھا وہ عبرت بخش نظارہ ہے۔ آخر خدا تعالیٰ نے انہیں پکڑا۔ اور نہایت ذلت اور دکھ کے عذاب میں پکڑا ایک ہی وقت میں سومراج کا لڑکا اور بیوی بیمار ہوئے۔ اور اچھر چند کی بیوی اور اس کے چھوٹے بھائی کا لڑکا۔ اور دونو بیویاں بچ گئیں اور سومراج کا لڑکا۔ اور اچھر کے بھائی بھگت کا لڑکا طاعون سے ہلاک ہوئے۔ اچھر اور بھگت دونوں کے گھر میں صرف یہی ایک نرینہ اولاد تھی اور انکی آنکھوں کے سامنے قطع نسل ہوئی۔ یہ عذاب جیسا کچھ بھی دردناک ہے ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں پھر اس کے بعد بھگت رام اچھر چند کا بھائی طاعون کی نذر ہوا اور اب اچھر چند پر جوان اور کارکن بھائی کی موت نے ایک پہاڑ غم کا گرا دیا۔ سومراج اور اچھر چند طاعونی جراثیم سے ڈرتے ہوئے باہر کھلے میدان میں دن گذارتے چلے گئے مگر جنگل کی پاک صاف ہوا میں بھی وہ طاعونی جرم جا پہونچے اور انہوں نے دونو کو جا دبوچا۔ اور اچھر چند جو سومراج کا محبوب جانی تھا اسکی آنکھوں کے سامنے خدا تعالیٰ کے مامور کی سچائی پر مہر کرتا ہوا رخصت ہوا۔ سومراج کے لئے یہ صدمہ بھی بہت ہی دکھ دائک تھا کیونکہ اچھر اور بھگت سومراج کے خاص یار تھے اور انکی محبت والفت باہم مشہور تھی بلکہ یقین کیا گیا تھا کہ سومراج اچھر اور بھگت کی بیویوں کی پوری نگرانی اور نگہداشت کریگا مگر پیمانہ بھر چکا تھا اسلئے اس بستر مرگ سے وہ نہ اٹھ سکا۔ اور صرف ایک یوم کے وقفہ سے اپنے محبوب اچھر چند سے جا ملا۔ اور اسطرح آخری وقت تک ساتھ دیا۔ خس کم جہان پاک۔

سومراج نے جو مصیبت دیکھی اسکی داستان نہایت دردناک اور عبرت بخش ہے کسطرح اس نے اپنے پیارے بیٹے کو اپنی آنکھوں کے سامنے بلبلاتے ہوئے جان دیتے ہوئے دیکھا اور پھر کسطرح اپنی زندگی کے رفقا اور محبوبہ دوستوں کو رخصت کیا اور آخر خود عذاب سہتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوا۔ ۸ اپریل کی شام کو وہ بہت نازک حالت میں تھا کہ بیاس کے آریوں نے اسکے چچا کو بلا بھیجا جو قادیان کے آٹھ کوس کے فاصلہ پر رہتا ہے وہ آیا اور سومراج کو اسی حالت نزع میں قادیان سے لیکر رخصت ہوا۔ وہ نظارہ نہایت رقت بخش تھا کہ جب اسکی لاش (لاش ہی کہنا چاہیے کیونکہ سخت بیہوش تھا) کو گاڑی میں رکھا گیا۔ اور غرض یہ تھی کہ قادیان میں اسکی موت نہ ہو مگر جب وہ ہنجوتر کے قریب پہنچے تو حالت بگڑ گئی اور رات جس دکھ سے انہوں نے کاٹی وہ خدا کسی کو نہ دکھائے وہاں پانی تک ملنا مشکل ہو گیا اور ہمیشہ کے دوستوں نے گھر میں گھسنے نہیں دیا ایک گڑھیال میں غم کی رات کاٹی اور دوسرے روز دوپہر سے پہلے پہر یہ لاش قادیان پہونچی۔ اور قادیان کے بچہ بچہ کو اس ذلت اور دکھ کا علم ہوا جو اسکو اس بوریاں میں اٹھانا پڑا۔ اور آخر ۱۰ بجے کے قریب پنڈت سومراج ایڈیٹر شبھ چنتک اور قادیان آریہ سماج کی روح رواں طاعون سے ہلاک ہو کر قادیان آریہ سماج کے سکرٹری اور منیجر اخبار شبھ چنتک سے جا ملا۔ اور وہ جو حضرت مسیح موعود کی موت کی پیشگوئی کرتا تھا خود تیس سال کی عمر میں اسکی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوا اب ان سے کون پوچھے کہ پنڈت جی کچھ تو بولو! نفع رسان وجود کونسا ہے؟

یہ موتیں قادیان آریہ سماج کی موت اور آریہ سماج میں ماتم کا موجب ہیں اور اسلام کی فتح کا ثبوت + میں سچ کہتا ہوں کہ کسی کے مرنے پر ہمیں کوئی خوشی نہیں اور نہ ان شخصوں کی شخصیت سے کوئی دشمنی بلکہ انکی اس بیکسی موت پر رحم آتا ہے کیونکہ ع مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست۔ کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے انکی موت کو ایک نشان ٹھہرایا ہے اور آیات اللہ کے ظہور پر شکر کرنا مومن کا فرض ہے اسلئے ہم خدا کی حمد کرتے ہیں جس نے اپنے صادق کی سچائی کو ظاہر کیا اور اس خیال سے بھی کہ دانشمند اس سے عبرت پکڑیں۔ شاید کوئی اہل دل نکل آوے۔ قادیان کی آریہ سماج اپنے ان لیڈنگ ممبروں کی موت سے عبرت حاصل کرے خصوصاً لالہ ملاوامل اور شرمپت رائے جنہوں نے بہت سے نشان دیکھے ہیں اور اب گھر میں بھی دیکھ لیا ہے غور کریں ہمیشہ یہاں نہیں رہنا مرنا اور مرکر خدا کے حضور جانا ہے سچائی کا چھپانا ظلم ہے وہ اس ظلم کو چھوڑ دیں اور شہادت حقہ کو مردانہ وار ادا کریں۔ سومراج اور اچھر چند اور انکے بھائی اور بچوں کی موت عبرتناک موت ہے انکی جلتی ہوئی چتائیں اپنے رفیقوں کو پکار پکار کر کہتی ہیں۔ روز گار م شد پاک دامن نکردم شما حذر بکنید۔ اور کبھی انکی اڑتی ہوئی خاک اور جلی ہوئی ہڈیاں اپنے انجام کو دکھا کر کہتی ہیں۔ میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو۔ دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو۔

سومراج کی بیوہ استری اور یتیم بچے کے سوا حرماں نصیب والدہ بھی چھوڑ گیا ہے اور اچھر چند اور بھگت رام صرف بیوہ استریاں اور ایک یتیم لڑکی۔ مرنے والوں پر کیا انجام گذر گیا پیچھے رہنے والوں نے حسرت کی نظر سے انہیں دیکھا۔ اب پچھلوں کا کیا حشر ہوگا دیکھا چاہیے۔ ختم کرنے سے پہلے حضرت مسیح موعود کی زبان میں خدا کے آیات کے ظہور پر حمد الٰہی کو جی چاہتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے — کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
گرانے میں تو نے سب دشمن اتارے — ہمارے کر دیئے اونچے منارے
شریر و شیر برے ان کے شرارے — نہ ان سے رک سکے مقصد ہمارے
تری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر — مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
ہوا آخر وہی جو تیری تقدیر — بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر
مری پس سنے ہر اک عزت بنا دی — مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
ہر اک آزار سے مجھکو شفا دی — مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا کی

ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے — چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
مقابل ہیں مرے یہ لوگ ہارے — کہاں مرتے تھے جو تو نے ہی مارے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی
تریقیوں کو لگے ہر سمت سے تیر — گرفتار آگئے جیسے کہ نخچیر
خدا نے انکی عظمت سب اڑا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی
مجھے ہر قسم سے اپنی عطا دی — سعادت دی ارادت دی وفا دی
محبت غیر کی دل سے ہٹا دی — خدا جانے کہ دل کو کیا سنا دی...